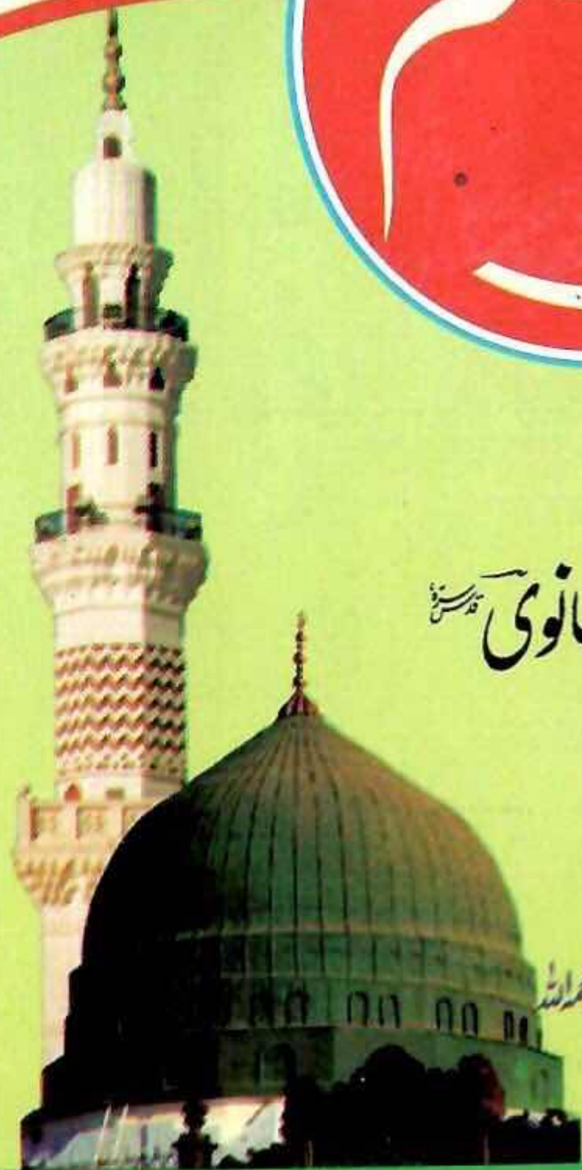
تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

معلمینِ قرآن کی فضیلت اور رہنما اصول...... شاگردوں سے ذاتی کام
اور سزا دینے کے متعلق حدود و قواعد...... اکابر کی تحریرات کی روشنی میں

تحفۂ معلّم



از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

و دیگر اکابرین

مع ہدایات و تجربات

شیخ القرا حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان

تحفۂ معلم

شاگردوں سے ذاتی کام اور سزا دینے کے
حدود و قواعد اکابر کی تحریرات کی روشنی میں

مع ہدایات و تجربات
شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ

پیش لفظ
فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ العالی

ترتیب
محمد اسحاق ملتانی ۔ مدیر: ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون:540513-519240

لا اله الا الله محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

نام کتاب.....................تحفۂ معلم

تاریخ اشاعت.........محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ناشر.............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت........سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K

(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

خلیفہ ارشد شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب قدس اللہ سرہ

آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی الحمد للہ قرآن کریم امت کے پاس ایسے ہی محفوظ ہے جیسے نازل ہوا تھا اور ان شاء اللہ تاقرب قیامت ایسے محفوظ رہے گا جب اس کارخانہ دنیا کو ختم کرنا مقصود ہوگا تو اللہ پاک اسے اپنے غیبی نظام کے تحت اٹھالیں گے۔

حفاظت قرآن کا واحد ذریعہ حفظ قرآن پاک کا مبارک نظام اور زریں سلسلہ ہے قرآن پاک کا نزول حضور پاک کے قلب اطہر پر ہوا۔ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین (شعراء) فانہ نزلہ علیٰ قلبک (البقرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے اہل علم کے سینوں میں آیا۔

بل ھو آیت بینات فی صدور الذین اوتو االعلم (عنکبوت)

اس اصلی ذریعہ کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو کتابت وتحریر کے ذریعہ بھی محفوظ کرنے کے انتظامات کئے جاتے رہے۔ لیکن اشاعت وحفاظت کا اصل

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''رسالہ تحفہ معلم'' آپ کے ہاتھوں میں ہے عرصہ ہوا کہ اس کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے افادات سے جمع کر کے ماہنامہ ''الخیر'' میں طبع کرایا تھا (حالانکہ یہ مضامین پچاس سال قبل کے ہیں) اکابر نے اس کو بہت پسند فرمایا۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ سے ایک بزرگ نے انعام بھجوایا اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ فرمایا کہ ایسے مضامین اور جمع کر کے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے تو ان شاء اللہ ایسے اساتذہ و معلمین قرآن کے لئے جو حد سے زیادہ سزا دیتے ہیں مفید ثابت ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اپنی اصلاح چاہتے ہوں۔ ورنہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ معلم قرآن سے، میں نے سوال کیا کہ جب آپ طلباء کو حد سے زیادہ سزا دیتے ہیں کیا کبھی ایسے وقت میں اللہ کا خوف نہیں آتا؟

تو وہ معلم بولے کہ ہمیں اس وقت یہ خوف آتا ہے کہ جیسے مارنے کا حق تھا وہ ادا نہیں ہوا تو بزرگ فرماتے ہیں کہ ایسے معلم قرآن کی کیا اصلاح ہوگی جس کے یہ خیالات ہوں۔

آج کل دیکھا جا رہا ہے بہت لوگ ایسے ہیں جو اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنانا چاہتے ہیں لیکن ایسے معلم و قاری کے متلاشی ہوتے ہیں جو ایک ہی لکڑی سے سب کو نہ ہانکے بلکہ بچے کی نفسیات کا خیال رکھے۔ سزا بھی بوقت ضرورت دے لیکن مناسب اور نرم انداز میں۔ جس قدر شریعت اجازت دیتی ہے۔

کتنے لوگ ایسے ہیں جو قرآن پاک کی تعلیم سے بوجہ ان سخت سزاؤں کے دین سے ہی متنفر ہو چکے ہیں۔ (شکل وصورت سے بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کوئی حافظ و قاری ہیں) حتیٰ کہ دہریہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کیا قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لئے معلمین قرآن کے لئے کوئی شرعی اصول نہیں؟

کیا یہ معلمین تعلیم دینے سے قبل کہیں تربیت حاصل کرتے ہیں؟ بہر حال ان سب باتوں پر ٹھنڈے دل سے سب اساتذہ و معلمین حضرات کو غور کرنے کی درخواست ہے تاکہ ان کی محنت کا اجر ضائع نہ ہو جائے الٹا ''نیکی برباد گناہ لازم''

مستند روایت کے مطابق حضرت شیخ القراء قاری فتح محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ معلمین قرآن اس قدر کیوں سزا دیتے ہیں؟ تو حضرت قاری صاحب نے دو وجوہات بیان فرمائیں۔ایک تو یہ کہ حد سے زیادہ طلباء جمع کر لیتے ہیں جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ (سب بچوں کا مکمل طور پر سبق خود نہیں سن پاتے جس کی وجہ سے پکی پکی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔) جس کے سبب ان کے اندر غصہ کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا کہ اپنی اصلاح نہیں کراتے یعنی مرشد سے اپنا اصلاحی تعلق نہیں کرتے۔اگر کوئی کسی بزرگ سے بیعت کا تعلق کرتا بھی رہے تو رسماً۔

ضرورت اس کی ہے کہ باقاعدہ اصلاح کرائی جائے۔اپنے امراض کو خصوصاً غصہ کی بیماری کو ظاہر کر کے تربیت حاصل کی جائے جنہوں نے تربیت حاصل کی تو وہ کیا سے کیا ہو گئے۔

آج کل بعض استاد تو اپنی تربیت کی طرف کیا توجہ دیں گے بلکہ ظلم کی حد کرتے ہیں۔اپنے کسی منظور نظر کو نگران مقرر کر دیتے ہیں اور خود دیر سویر جب چاہیں تشریف لائیں نگران مکمل طور پر با اختیار ہوتا ہے۔اب استاد تو شاید کسی وقت کچھ مصلحت دیکھ بھی لیں گے لیکن نگران صاحب تو اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس قدر سزائیں دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ

اور پھر کسی بچے کو جرات نہیں کہ وہ نگران کی شکایت کر سکے اگر چہ اس کی شکایت غیر اخلاقی امور سے متعلق ہی کیوں نہ ہو اس لئے معلمین سے عرض ہے کہ جس طرح اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں تو اسی طرح نگران مقرر کرتے وقت اس کی اصلاح کی طرف توجہ کامل رکھیں اور اس کو اپنا مقرب نہ بنائیں بلکہ اس نگران کی بھی پوری پوری نگرانی کریں اور اس رسالہ ''تحفہ معلم'' کا مطالعہ خود بھی فرمائیں اور نگران صاحب کو بھی مطالعہ کی تاکید فرمائیں بندہ نے چونکہ ذاتی طور پر اس ماحول کو کافی قریب سے دیکھا ہے اس لئے یہ چند گزارشات اپنے اکابر کے اقوال واحوال کی روشنی میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔اللہ پاک ان میں تاثیر پیدا فرما دیں اور شرف قبول بخشیں ورنہ

''من آنم کہ من دانم''

طالب دعا: محمد اسحاق ملتانی (۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم
خلیفہ ارشد شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب قدس اللہ سرہ

آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی الحمد للہ قرآن کریم امت کے پاس ایسے ہی محفوظ ہے جیسے نازل ہوا تھا اور ان شاء اللہ تاقرب قیامت ایسے محفوظ رہے گا جب اس کارخانہ دنیا کو ختم کرنا مقصود ہوگا تو اللہ پاک اسے اپنے غیبی نظام کے تحت اٹھالیں گے۔

حفاظت قرآن کا واحد ذریعہ حفظ قرآن پاک کا مبارک نظام اور زریں سلسلہ ہے قرآن پاک کا نزول حضور پاک کے قلب اطہر پر ہوا۔ نزل به الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین (شعراء) فانه نزله علیٰ قلبک (البقرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے اہل علم کے سینوں میں آیا۔

بل هو آیت بینات فی صدور الذین اوتو االعلم (عنکبوت)

اس اصلی ذریعہ کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو کتابت وتحریر کے ذریعہ بھی محفوظ کرنے کے انتظامات کئے جاتے رہے۔ لیکن اشاعت وحفاظت کا اصل

مدار حفظ قرآن پاک پر ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے مزید توسیعات کے ساتھ قائم و دائم رکھے اور زریں سلسلہ میں منسلک ہونے والے معلمین متعلمین معاونین کی لغزشوں کو معاف فرماتے ہوئے اپنی رضائے عالی سے نوازے۔ (آمین)

کام کرنے والے یکساں نوعیت کے نہیں ہوتے۔ افراط و تفریط کا عمل جاری رہتا ہے۔ عزیزی مولانا محمد اسحاق صاحب سلمہ نے اکابر کی تحریرات اور مواعظ سے ایسا رسالہ جمع فرمادیا ہے جس کا مطالعہ کرنے کے بعد اعتدال پیدا ہو جانے کی امید کی جاسکتی ہے مؤلف کی اپنی باتیں ہوتیں تو اس سے اختلاف کی گنجائش تھی لیکن جب یہ مواد اکابر کی تعلیمات سے منتخب کیا گیا ہے تو صدق دل سے اسے قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے تاکہ دارین میں اس مبارک سلسلے کی برکات سے ہم بہرہ ور ہو سکیں۔

مودبانہ درخواست

(۱) اساتذہ کرام اولاً تصحیح نیت کا التزام فرمادیں کہ شہرت یا حصول مال و جاہ کے لئے ہم یہ کام نہیں کر رہے بلکہ صرف اللہ پاک کی رضائے عالی اور اشاعت قرآن پاک مقصود ہے۔

(۲) قرآن پاک کو کائنات کی سب سے قیمتی دولت وخزانہ یقین کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمائی اور یہ وہی دولت ہے جو خالق کائنات جل وعلا نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب اپنے شاگردوں کو قرآن پاک کی کوئی آیت کہلواتے تو پہلے فرماتے کہ اللہ کی قسم یہ آیت زمین و آسمان اور جو

کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب سے زیادہ قیمتی ہے اسی طرح ہر آیت پر ارشاد فرماتے۔ اس حقیقت پر خود بھی یقین ہونا چاہئے اور اس یقین کو طلبہ میں تقسیم کرنا چاہئے تاکہ ان کی نظریں زینة الحیواة الدنیا سے اٹھ کر مولیٰ تعالیٰ شانہ کے خزانہ ہائے رحمت پر مرکوز ہو کر رہ جائیں اگر ہماری نظر میں بھی دنیا ہی عزیز رہی جسے اللہ تعالیٰ نے ذلیل ٹھہرایا ہے تو یقین جانئے کہ ہم نے قرآن پاک سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

(۳) تقویٰ کا اہتمام: اللہ پاک کے حلال کو حلال اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء اور اعمال کو حرام سمجھیں۔ حافظ کے والدین کو آخرت میں تاج پہنایا جانا اور دوسری بشارتیں سب اسی تقویٰ پر موقوف ہیں۔

(۴) معلمین کا بچوں پر ایسے شفیق ہونا چاہئے جیسے مہربان باپ اپنی اولاد پر شفیق ہوتا ہے اطفالنا اکبادنا۔

(۵) جیسے استاد یہ سمجھے کہ شاگرد اولاد کی طرح ہیں۔ اسی طرح شاگردوں پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی استاد کو باپ کی جگہ تصور کریں۔ تعظیم و تکریم طاعت و فرمانبرداری خدمت و آداب میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کریں۔ استاد کی سختی کو برداشت کریں۔ تبھی کامیابی ہوگی اساتذہ کے لئے دعا گو رہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ہر نماز کے بعد اپنے والدین سے بھی پہلے دعا و استغفار کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس سے میں نے ایک حرف بھی سیکھا میں اس کا غلام ہوں چاہے مجھے رکھ لے چاہے فروخت کر دے۔ جیسے دلسوزی کے ساتھ اپنے بچے کی تعلیم و

تربیت کی دھن ہوتی ہے استاد کو بھی شاگرد کی تعلیم و تربیت کی ایسی لگن ہونی چاہئے جس میں دعا بھی داخل ہے مشفق اساتذہ کا اپنے شاگردوں کے لئے دعا کرنا عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلسل ہے۔

(٦) نرمی کے ساتھ ساتھ کبھی مناسب سزا دینے کی بھی شرعاً اجازت ہے لیکن حدود کی رعایت ضروری ہے امور ذیل کا پیش نظر رہنا اس سلسلہ میں مفید ہوگا۔

(الف) یہ خیال کرے کہ میں اور یہ بچہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں میں اس کا مالک نہیں اور نہ یہ میری مخلوق ہے ہم دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

(ب) یہ تصور ذہن میں جمایا جائے کہ جتنا میں اس بچے کو سزا دینے پر قادر ہوں اللہ تعالیٰ مجھے سزا دینے پر اس سے زیادہ قادر ہیں اور یہ جتنا یہ میرا قصوروار ہے میں اللہ تعالیٰ کا اس سے زیادہ قصوروار اور نافرمان ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنے زرخرید غلام کو سزا دے رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہی ارشاد فرمایا تھا۔ **الله اقدر منک علیک.**

(ج) خیال ہوتا ہے کہ ہم شاگرد کے قصور کی بنا پر سزا دیتے ہیں لٰہذا یہ درست ہے اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عدل ہے قصور و سزا دونوں کا قیامت کے دن وزن ہوگا۔ سزا زیادہ ہوئی تو اس کے عوض میں بدلہ لیا جائے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے غلام ہیں وہ میرے مال میں خیانت بھی کرتے ہیں اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور پیٹتا ہوں میرا معاملہ ان کے ساتھ قیامت میں کیسے رہے گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جرم اور سزا دونوں کا حساب لیا جائے گا۔ اگر جرم زیادہ ہوا تو مزید اخروی سزا

کے مستحق ہوں گے اور اگر برابر برابر ہوا تو نہ تجھے کوئی نفع نہ نقصان اور اگر تیری سزا جرم سے زیادہ ثابت ہوئی تو تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر اس صحابی کی چیخیں نکل گئیں حضور پاک نے ارشاد فرمایا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئاً (الاية)

(اس پر صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ گواہ رہیں میری طرف سے یہ سب غلام آزاد ہیں (مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ ہم شاگرد کے قصور کے باوجود بھی سزا دینے میں آزاد نہیں ہیں۔ غلام ہیں اور اس کا بھی حساب ہے۔

(د) اس محاسبہ اور عقیدہ مجازات کو ذہن میں رکھا جائے اور غصہ نکالنے اور بے تحاشہ سزا دینے کو اپنا استحقاق نہ سمجھے۔

(س) کبھی غصہ زیادتی شفقت کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں احتیاط کی ضرورت ہے دوسرے پر شفقت کے بدلے اپنے لئے جہنم نہ خریدے۔

(ص) غصے میں شیطانی اثرات کا دخل ہوتا ہے اسے اپنا حق یا کمال نہ سمجھے بلکہ ایک مرض تصور کرتے ہوئے اس کے معالجہ کی تدابیر کرے۔ اگر اپنا حق سمجھ لیا تو ساری عمر اصلاح کی نوبت نہیں آئے گی۔ اکابر کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے عیوب ورزائل کبر، حسد، غضب، حب دنیا وغیرہ کی اصلاح کے لئے کسی شیخ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔

"نفس رائتوان کشت الا باظل پیر" ہمارے تمام اکابر الحمد للہ اس سلسلہ بیعت وارشاد سے منسلک اور اولیاء کبار میں سے تھے۔

(ع) اگر ایک وقت میں سزا دے تو دوسرے وقت میں مناسب طریقے سے اسے راضی کر کے آخرت کا معاملہ صاف کر لے اور نگران صاحبان سوچیں ہم نگرانی کر رہے ہیں تو ہماری بھی بڑی سخت اور کڑی نگرانی ہر وقت ہو رہی ہے۔

ان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ماتفعلون

(ق) حسن تدبیر اور شاگردوں کی نفسیات کو سمجھ کر ان کے ساتھ معاملہ کرنا اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔ غور کرے کہ اس غلطی کوتاہی کا منشاء اور سبب کیا ہے؟ پھر اس کا مناسب تدارک کرے۔

(م) معلمین سے آخر میں گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اساتذہ کی محنت سے انہیں علم کی دولت سے نوازا اور مسند تعلیم پر متمکن کیا۔ تو تہہ دل سے اپنے اساتذہ کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے دعا بھی کریں اور سزا میں ہونے والی زیادتی کو بھی اللہ کے لئے معاف کر دیں واللہ الموفق۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ کو جزائے خیر عنایت فرماویں اور اس رسالہ کو قبول فرما کر اپنی رضائے عالی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

عبدالستار

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

معلمین کی فضیلت

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن اسلم اپنے والد کے واسطہ سے ایک صحابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ کہ حضرات انبیاء علیہم اسلام اور شہدائے کرام کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب معلمین حضرات ہیں اور مساجد کے علاوہ روئے زمین کا کوئی خطہ اللہ تعالیٰ کو اس جگہ سے زیادہ محبوب نہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی پڑھائی جاتی ہو۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچوں کے استاد کے لئے فرشتے آسمان میں، چوپائے زمین میں، پرندے ہوا میں، اور مچھلیاں سمندروں میں مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب بچہ مکتب میں داخل ہوتا ہے اور بسم اللہ سیکھتا ہے تو صرف اسی پر تین اشخاص کی مغفرت ہو جاتی ہے اس کے باپ کی، ماں کی اور استاد کی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بچے یا بچی کو قرآن پاک کے کسی حصہ کی تعلیم دلاتا ہے اور اس کے اساتذ پر خرچ کرتا ہے تو اس کے ہر درہم کو عوض احد پہاڑ کے برابر اجر ملتا ہے اور جب بچہ گھر سے مکتب کی طرف نکلتا ہے تو گھر میں خیر و برکت کا اضافہ ہی اضافہ ہوتا ہے شر و فساد کم ہوتا ہے اور شیطان وہاں سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بچے کو قرآن پاک سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تین جنتی جوڑے پہنائیں گے جبکہ لوگ ابھی ننگے بدن ہونگے اور ان میں سے ہر جوڑا دنیا و مافیہا سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔ پھر اسے کتاب اللہ کے ہر حرف کے بدلے ایک ایک درجہ عطا ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں۔ کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جس نے قرآن پاک سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن السلمی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ اسی حدیث نے مجھے اس درسگاہ میں بٹھا رکھا ہے۔ آپ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے بھی استاد تھے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر یہ دعا فرمائی۔ **اللھم اغفر للمعلمین و اطل اعمارھم وبارک لھم فی کسبھم و معاشھم** (اے اللہ قرآن سکھانے والوں کی مغفرت فرما۔ ان کو لمبی عمریں عطا فرما۔ ان کے کسب اور معاش میں برکت نازل فرما) حضرت انس بن مالکؓ ایک اور حدیث کی نقل فرماتے ہیں ۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ۔اے اللہ علماء کو غنی اور قرآن کے استادوں کو فقیر بنا۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اوپر والی حدیث میں قرآن پڑھانے والوں کیلیے **بارک لھم فی کسبھم** کی دعا آتی ہے جس کا مطلب یہ کہ یومیہ روزی کا سلسلہ چلتا رہے کبھی بند نہ ہو۔ اور یہ یہاں ان کیلیے ''فقیر بنا'' کی دعا منقول ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مال کی فراوانی عطا نہ فرما۔ کہ مال زیادہ ہوگیا تو قرآن پڑھانا چھوڑ دیں گے۔

معلم کو پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے

فقیہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر معلم ثواب کی نیت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا عمل انبیاء علیہم السلام والا عمل بن جائے تو اس سے پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے۔

(۱)......اجرت کی شرط مت لگائے اور نہ ہی اس پر شدید تقاضا اور اصرار کرے جو کوئی ہدیہ دے دے قبول کرے جو نہیں دیتا اس کے پیچھے نہ پڑے تاہم اگر بچوں کو ہجے پڑھانے لکھائی سکھانے اور حفظ کرانے پر معاوضہ کی شرط لگالیتا ہے تو جائز ہے۔

(۲) ...... ہمیشہ باوضو رہے کیونکہ اثنائے تعلیم میں اسے قرآن پاک چھونے کی بار بار نوبت آئے گی۔

(۳)......اپنی تعلیم میں پوری ہمدردی کا جذبہ اور بچے کا خوب خیال رکھے۔

(۴)......بچوں میں مساوات اور برابری رکھے لڑائی جھگڑے کے موقعہ پر عدل و انصاف قائم رکھے۔ اغنیاء کے بچوں کی طرف میلان اور غرباء کے بچوں سے بے رخی کبھی نہ کرے۔

(۵)......بچوں کو حد سے زیادہ اور شدید پٹائی کی سزا نہ دے کہ قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا۔

خبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ معلمین حضرات بادشاہوں والا نصیب لے کر آتے ہیں ان کا حساب بھی انہیں جیسا ہوگا۔

شاگردوں پر شفقت اور نرمی

استاد کو چاہیے کہ شاگردوں پر شفقت کرے اور ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا لکم مثل الوالدِ لولدہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے بیٹے کے لئے۔

ابو ہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں۔ جب ہم طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید خوش آمدید۔ وصیت رسول اللہ سنو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، عنقریب زمین تمہارے لئے مسخروں کر دی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے تفقہ فی الدین کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا (جامع البیان العلم)

غصہ میں کبھی سزا نہ دے

غصہ اور طیش میں آکر کبھی بچوں کو سزا نہ دے کیونکہ کوئی حکیم غصہ میں بھرا ہوا مریض کے مرض ختم نہیں کرسکتا، غصہ میں دل قابو میں نہ رہتا، جب استاد کا دل ہی قابو میں نہیں تو وہ شاگرد کیسے اپنے قابو میں لاسکتا ہے، اس میں تو اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

کی نصیحت بری طرح ناصح   اور اک بس ملا دیا بس میں

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں، یہ حماقت ہے کہ جس برتن میں آدمی کچھ کھانا چاہے پہلے ہی اس میں سوراخ کردے، جب شاگردوں کا دل اپنی سختی اور مار پیٹ سے چھلنی

کردے گا تو اس میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

خوف دلانے اور دباؤ ڈالنے سے خواہ وقتی طور سے کام چل جائے مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آج کل تو وقتی کامیابی بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے، جو اراکین اور ذمہ دار حضرات کے لئے انتہائی پریشانی اور مدارس کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

ناقص استاد

جو استاد اخلاقی برائیوں کو حسن خلق کے ذریعے رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ استاد کہلانے کا مستحق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے اساتذہ کو اپنی بدخلقیوں کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی ورنہ اپنی اصلاح کی فکر ہوتی بزعم خود اپنے کو کامل سمجھ لیتے ہیں اور ناقص جب اپنے کو کامل سمجھ لے تو اس سے جو بھی فتنہ اٹھ کھڑا ہو وہ کم ہے۔

یاد رکھئے چھوٹے بچوں کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے کہ جیسا نرم و نازک پودے پر بادِ صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لو کا چلنا۔

اگر طالب علم کوتاہی کرتا ہے پہلے اس کو شفقت اور نرمی سے سمجھائے۔ اس کا اثر نہ ہو تو تنبیہ کرے، اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو اس کے حالات سے مطلع کرے، اگر بار بار سمجھانے اور تنبیہ کے بعد بھی اس کی حالت درست نہ ہو تو اس کے سرپرست کو مطلع کر دیا جائے کہ یہاں اس کا رہنا مفید نہیں دوسری جگہ بھیج دیا جائے ممکن ہے وہاں کچھ حاصل کر لے، مگر یہ کوئی عقل مندی نہیں ہے کہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو فاسد کر دے۔

شفقت اور تواضع

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے حالات میں لکھا

ہے، کہ ایک مرتبہ صحن مدرسہ میں درس دے رہے تھے، بارش ہونے لگی، طلبہ اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے، حضرت نے ان سب طلبہ کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ رکھ دیئے۔

یہی تربیت وشفقت تھی جس کی وجہ سے پہلے زمانے کے طلبہ اپنے اساتذہ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتے تھے۔

نصیحت کا طریقہ

مصنف رحمۃ المتعلمین ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی شاگرد کو کسی حرکت ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جائے تو اسے شرم آئے گی تو اس کی تنہائی میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنا دے مگر اس شاگرد کا نام نہ لے۔ معلم کو چاہیے کہ اپنے دل کو پاک وصاف رکھے، کسی طالب علم سے ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھے، اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔

اور یہ خیال کرے کہ ان طلبہ نے اپنے کو میرے حوالہ کر دیا ہے، مجھے ان پر محنت کر کے اور ان کو بنا سنوار کر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے، یہ میری کھیتی ہے جو آخرت میں کام آئے گی طلبہ کے طفیل اللہ پاک استاد کو بڑی خوبیاں عطا فرماتے ہیں، بسا اوقات استاد کے دل میں مضامین کا القاء طلبہ ہی کی بدولت ہوتا ہے۔

طلباء کی برکت

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کے متعلق ان کے استاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مہاجر مکی فرمایا کرتے تھے کہ الفاظ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح مجھے ان سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر معلوم ہو جائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو فوراً رجوع کرلے اور طالب علم سے کہہ دے کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی صحیح مطلب یہ ہے اور طالب علم عبارت کا مفہوم صحیح بتا رہا ہو تو اس کی بات مان لے اس میں استاد کی بڑائی ہے، اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت داری اور امانت کا سکہ شاگرد کے دل میں بیٹھ جائے گا۔ (آداب المعلمین)

طلبہ کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کرنے کی تاکید

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں تمہارے پاس دور دراز ملکوں سے علم دین سیکھنے اور سمجھنے آئیں گے ان کے بارے میں میری وصیت کے موافق بھلائی سے پیش آنا (ترمذی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص علم دین طلب کرنے کے لئے آئے اس کے حق میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی اور حسن معاملہ کی وصیت فرما رہے ہیں گو ابھی تحصیل بھی شروع نہیں ہوئی اور تحصیل علم حاصل کرنے کے بعد تو اور بھی تعلقات وخصوصیات زائد ہوں گے (تحفۃ العلماء)

شاگردوں کے لئے دعا کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ یا اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے (بخاری)

اس حدیث سے تعلیم کے علاوہ شاگرد کا یہ بھی حق معلوم ہوا کہ اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعاء بھی کیا کرے کہ اس کو علم نافع عطا ہو (تحفۃ العلماء)

شاگرد کی دل جوئی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا اور میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا لوگوں نے عرض کیا حضور اس کی تعبیر کیا ہوئی فرمایا دودھ سے مراد علم ہے (بخاری)

اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک باعتبار صورۃ لبن کے ایک باعتبار معنی لبن کے

اول یہ کہ شاگرد کا گاہ گاہ (کبھی کبھی) اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا کرے جس سے اس کا دل بڑھتا ہے اور محبت زائد ہوتی ہے اور جس قدر استاد سے محبت ہوگی اسی قدر علم میں برکت ہوگی۔

دوسرا یہ کہ اگر حق تعالیٰ کسی کو کوئی باطنی برکت عطا فرمائے تو شاگرد سے دریغ نہ کرے (اصلاح انقلاب)

طلبہ کے ساتھ ایثار اور ہمدردی

آداب المعلمین کے مصنف فرماتے ہیں کہ احقر نے اپنے استاد مولانا سید امین الدین صاحب سے سنا ہے جو احقر کے رشتہ میں ماموں بھی ہوتے ہیں فرماتے تھے کہ حضرت مولانا سید ظہور الاسلام صاحب بانی مدرسہ اسلامیہ فتح پور کے زمانہ میں ایک بنگالی طالب علم سخت بیمار ہوا اور حالت اخیر معلوم ہونے لگی، مولانا تشریف لے گئے تو اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آگئے، حضرت مولانا نے تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں تم انشاء اللہ اچھے ہو جاؤ گے اور اس کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگتے رہے۔ فرمایا اے اللہ! اگر جان ہی لینا طے ہو تو ظہور الاسلام کا بچہ عطیۃ اللہ حاضر ہے۔ یہ طالب علم پردیسی ہے، میری امانت ہے اس کو صحت عطا فرما، حضرت الاستاد نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں گھر سے اطلاع آئی کہ عطیۃ اللہ کی حالت غیر ہے۔ جلد تشریف لائیے، حضرت مولانا پہنچے تو انتقال ہو چکا تھا، حضرت

کا یہی اکلوتا اور ہونہار لڑکا تھا، اللہ پاک باپ بیٹے دونوں کی قبر کو نور سے بھر دے۔

ایک مرتبہ طلبہ کی کوتاہیوں اور بعض مرتبہ ان کی طرف سے مایوسی کا تذکرہ استاذی حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم سے ہوا، فرمایا ان سب چیزوں کے باوجود ہم کو یہی کام کرنا ہے، اسی میں ہمارے لئے خیر ہے دیگر مشاغل میں بڑے فتنے ہیں یہ بھی امید ہے کہ ان ہی میں سے کچھ ایسے نکل آئیں جن سے اصلاح امت کا کام اللہ پاک لے لیں اور ہمارے لئے ذریعہ نجات ہو جائے (آداب المعلمین)

اگر ہمارے اسلاف اس طرح تحمل اور نرمی سے کام نہ کرتے تو علم دین ہم تک ہر گز نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کے اندر علم دین کی اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے سب کچھ برداشت کرتے تھے، ہمارے دل اس سے خالی ہیں۔ (آداب المعلمین)

اسلاف کی شفقت کی مثالیں

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ غصہ سے پرہیز کرو۔

امام ربانی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم فرش پر بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا، حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایا فی الفور زائد فرش اپنے نیچے سے نکال کر اس طالب علم کے نیچے بچھا دیا۔

استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب کا یہ حال تھا کہ جب طالب علم بیمار ہوتا تو اس کا قیام گاہ پر جا کر عیادت کرتے اور اس کی ہر طرح دل جوئی کرتے حالانکہ اس زمانہ میں دار الطلبہ کا انتظام نہیں تھا، مختلف مساجد اور مکانوں میں طلبہ رہتے تھے۔

اب مہتممین اور اراکین کا حال یہ ہے کہ اگر کسی طالب علم سے خفگی ہو گئی تو

آسان علاج ہی یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اخراج کر دیا جائے، حالانکہ یہ دانش مندانہ فیصلہ نہیں ہے یہ کون عقل مند جائز رکھے گا کہ اگر کسی عضو میں کوئی پھنسی نکل آئی ہے تو اس عضو ہی کو کاٹ دیا جائے۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ اس کا علاج کیا جائے اور اس عضو کو صحیح کر کے اس سے کام لیا جائے ہاں اگر خدانخواستہ اس میں ایسی خرابی ہوگئی ہو جس سے تمام جسم پر اثر پڑے گا تو پھر اس کو علیحدہ کر کے باقی جسم کو محفوظ کر لیا جائے، اسی طرح کسی طالب علم کے اندر کوئی خرابی ہو تو حسن تدبیر سے اس کو خرابی سے نکالنے کی کوشش کی جائے اگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہے تو پھر اس کا اخراج کیا جائے۔

اسلاف کی شفقت کے یہ نمونے ہیں آج ذرا سی اور معمولی سی بات پر طلبہ کی اس قدر پٹائی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دشمن قبضہ میں آ گیا ہے، جس سے جی بھر کر انتقام لینا ہے۔

حضرت حکیم الامت نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاد کے مارنے کو منع فرمایا چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاد طالب علم کو نہ مارے اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ اساتذہ کی طرف سے طالب علم کے دل میں اگر تکدر ہو گیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہو سکتا۔ نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے مارنے کے خوف کی وجہ سے بھول جاتا ہے بعض اساتذہ تو چہرے پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے، حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے۔

سزا دینے میں عموماً اساتذہ کی زیادتی اور کوتاہیاں

تعزیر کے متعلق ایک کوتاہی یہ ہے کہ جفا کاروں کے نزدیک اس کی کوئی حد ہی نہیں جب تک اپنے غصہ کو سکون نہ ہو جائے سزا دیتے ہی چلے جاتے ہیں

جیسے استاد کہ یہ اس باب میں ہزار گونہ بڑھے ہوئے ہیں۔ عدالت اور پولیس کو تو یہ بھی فکر ہے کہ کبھی مظلوم شخص اوپر کے حکام سے استغاثہ (فریاد) نہ کر بیٹھے۔
شوہر کو محبت ہوتی ہے۔ باپ کو شفقت ہوتی ہے یہ اسباب ظلم کے کم کرنے والے ہو جاتے ہیں اور ان حضرات و مدرسین کو نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ محبت و شفقت۔ اگر کچھ اندیشہ ہو سکتا تھا تو والدین سے ہوتا۔ مگر والدین خواہ حسن اعتقاد سے خواہ اپنی مطلب براری کی خوشامد میں کان تک نہیں ہلانے اور اپنے اعتقاد میں شاگرد کے گوشت پوست کا استاد کو مالک سمجھتے ہیں تو ان سے کب احتمال ہے کہ ان حضرات کو ظلم سے روکیں۔ اس لئے یہ سب سے بڑھ کر آزاد ہیں ان کی تعزیر (سزا دینے) کی کوئی حد نہیں۔ (اصلاح انقلاب)
ایک طبقہ ہے میاں جیوں کا۔ یہ بچوں کے ساتھ بہت ظلم کرتے ہیں ان کو جب کسی بچہ پر غصہ آتا ہے تو قہر عام کی طرح سب پر برستا ہے کہ ایک طرف سے سب کی خبر لیتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے میاں جی بہت کم بچے ہوئے ہیں (التبلیغ)
میاں جی صاحب کو تو کچھ پوچھئے ہی نہیں انہوں نے تو مثل یاد کر لی ہے کہ ''ہڈی ماں باپ کی اور چمڑی استاد کی'' نہ معلوم یہ کوئی قرآن کی آیت ہے یا حدیث ہے یا فقہ میں کہیں لکھا ہے اور لطف یہ ہے کہ بعض دفعہ غصہ تو آتا ہے بیوی پر کیونکہ گھر میں لڑائی ہوئی تھی اب بیوی پر تو کچھ بس چلا نہیں۔ وہ غصہ باہر بچوں پر اترتا ہے۔ یہ تو عیسائیوں کا کفارہ ہو گیا کہ ''کرے کوئی اور بھرے کوئی''۔
میاں جی صاحبان یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ یہاں بچوں کی چمڑی آپ کی ہے۔ وہاں آپ کی چمڑی بچوں کی ہوگی۔ کیا تماشہ (اور کیا حال) یہ لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور شفاء غیظ کے لئے مارتے ہیں۔ ایسا زدوکوب

(اورایسی مار پیٹ) کہ اگر ولی اجازت بھی دے دے تو بھی درست نہیں (کلمۃ الحق)

تعزیراورسزا کی حقیقت اوراس کی صورتیں

''تعزیر'' وہ سزا ہے جو تادیب کے لئے دی جاتی ہے اور حد کے درجہ سے کم ہو اور اس کے طریقے مختلف ہیں (۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی وغیرہ سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت الفاظ کہنا (۶) محبوس کردینا (۷) مالی سزا دینا (اصلاح انقلاب)

سزا میں کتنا مار سکتے ہیں

سزا اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے اس کی اجازت ہے اور الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کے قاعدہ سے اتنی ہی تادیب (سزا دینے) کی اجازت ہوسکتی ہے جو پرورش اور تربیت (وتعلیم) میں معین ہو نہ اتنی جو درجہ ایلام (سخت تکلیف اور مصیبت) تک پہنچ جائے ایسی زیادتی قطع نظر گناہ ہونے کے انسانیت اور فطرت کے بھی خلاف ہے (التبلیغ)

ضرب فاحش (سخت مارنے) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس ضرب (مارسے) جلد پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے) ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولی ہے (درالمختار) بلکہ ضرب فاحش سے خود استاد کو تعزیر دی جائے گی۔ (اصلاح انقلاب)

سبق یاد نہ ہونے پر مالی جرمانہ مقرر کرنا جائز نہیں

تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) ہمارے مذہب میں درست نہیں اور بعض روایات میں جو وارد ہے وہ منسوخ ہے اور بعض (علماء) جو اس کے جواز کے قائل ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ چندروز تک اس مال کو اپنے پاس رکھے جب وہ شخص توبہ کرلے

وہ مال اس کو لوٹا دیا جائے نہ خود رکھے نہ بیت المال میں داخل کرے (درالمختار)

اور قائلین جواز کے نزدیک بھی جو اس کے شرائط ہیں نہ ان کی خبر نہ ان کی رعایت تو اختلافی جواز بھی مستحق نہیں ہوا اور جب یہ جائز نہیں تو وہ رقم حلال نہ ہوگی تو اس کا کھانا بھی ناجائز اور نیک کاموں میں صرف کرنا اور بھی زیادہ ناجائز (اصلاح انقلاب)

ایک مولوی صاحب نے جو یہاں (تھانہ بھون حضرت کے مدرسہ میں) مدرس ہیں طلباء پر سبق یاد نہ کرنے کے جرم میں بلا حضرت کی اجازت ومشورہ کے کچھ جرمانہ مقرر کیا جب حضرت والا کو اطلاع ہوئی تو مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے طلبا پر جرمانہ مقرر کیا؟ انہوں نے اقرار کیا۔ پوچھا گیا کہ یہ جائز کہاں ہے انہوں نے یہ کہا کہ مالکوں ہی کو انعام کے نام سے دیا جائے گا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کے مال کا حبس کرنا بلا اس کی رضامندی کے کب جائز ہے۔ دوسرے یہ جرمانہ بچوں پر تو نہ ہوا بلکہ ان کے ماں باپ پر ہوا کیونکہ مال ان ہی کا ہے۔

آپ کا کام سکھانے اور سمجھانے کا ہے۔ نہ یاد کریں بلا سے آپ نے شریعت کی مخالفت کیوں کی اور میری بلا اجازت یہ کام کیوں کیا۔ آپ کے سپرد جو کام ہے اس کو کئے جایئے بلا پوچھے کوئی نیا کام نہ کریئے۔

علاوہ اس کے اس مدرسہ کے متعلق میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ طالبین خدا کے ہو جائیں۔ اصطلاحی عالم بنانا منظور نہیں ہے۔ امتحان کے اچھے برے ہونے کا مجھے کچھ خیال نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز)

اگر غلطی سے غصہ میں زیادہ مار دیا تو اس کی تلافی کرنا چاہئے: تلافی کا غلط طریقہ

اگر ایسا کوئی ہو جیسے حافظ علی حسن صاحب کیرانوی تھے تو وہ بے شک اس

ظلم سے بچ سکتا ہے۔ مگر ان میں افراط تو نہ تھا یہ تفریط تھی کہ بچوں کو مار کر ان سے کہتے تھے کہ تم مجھ سے بدلہ لے لو اور بعض لڑکے ایسے شریر تھے کہ بدلہ لے لیتے اور حافظ جی کو قمچی سے سڑا سڑ مارتے تھے اور وہ ایسے سیدھے تھے کہ بچوں کے ہاتھ سے مار کھاتے تھے۔

یہ میاں جی ایسے تھے کہ بچوں پر ظلم نہ کرتے اور اگر کبھی ذرا سی زیادتی ہو گئی تو اس کی تلافی اس طرز سے کرتے تھے (یعنی طلباء سے زبان سے معافی مانگتے یا مار کھاتے تھے) یہ طریقہ اچھا نہیں اس سے لڑکوں کی شرارت اور بددماغی اور بدخلقی بڑھ جاتی ہے اور معلم کو اس کی رعایت ضروری ہے کہ بچوں کے اخلاق خراب نہ ہوں (التبلیغ)

تلافی کی سب سے بہتر اور آسان صورت

اگر کوئی اپنی زیادتی کی تلافی کرنا چاہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے جیسے میرٹھ کے ایک رئیس نے ایک نوکر کے طمانچہ مار دیا تھا پھر اس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو اس کو ایک روپیہ دیا۔ پھر دوسرے نوکر سے کہا اس سے پوچھنا اب کیا حال ہے۔ کہنے لگا کہ میں تو دعا کر رہا ہوں کہ ایک طمانچہ روز لگ جایا کرے۔ بس یہ طریقہ تلافی کا بہت اچھا ہے اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی اثر نہ ہوگا اور ظلم کا دفعیہ بھی ہو جائے گا۔ اور جب میاں جی استاد صاحب کا ایک دو دفعہ کرنے میں خرچ ہوگا تو آئندہ کو خود بھی ذرا سنبھل کر مارا کریں گے۔ (التبلیغ)

اگر استاد کی بہت زیادہ مارنے کی عام عادت ہو

دوسرے معلم کو جو نو عمر تھے ان سے فرمایا کہ معلوم ہوا ہے کہ تم بچوں کو بہت

مارتے ہو۔اس کا صحیح اور معقول جواب دو۔تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کردیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو۔یہ نفس کی شرارت ہے یا نہیں؟انہوں نے اقرار کیا کہ بے شک نفس کی شرارت ہے میں نے تم کو خلوت (تنہائی) میں عزت سے سمجھایا تھا اس کو غنیمت نہیں سمجھتے۔واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتا۔پھر بلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ وہ صاحب قرآن شریف لائے تو فرمایا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ خدا کی قسم اب کسی بچہ کو نہ ماروں گا میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے سنے ہیں اور ایسے مارنے کے کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہیں تم کو اس قدر مارنے کا کیا حق ہے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کرلیں گے۔(ملحوظات)

ایک بات کے غصہ کا اثر دوسری بات میں نہ ہونا چاہیے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں اونٹ کے لقطہ کے سوال پر آپ غصہ ہوئے اس کے بعد یہ بھی الفاظ مذکور ہیں سائل نے عرض کیا کہ کھوئی ہوئی بکری کا کیا حکم ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بکری تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیا کے لئے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب علم پر کسی بے ڈھنگے سوال پر غصہ کیا جائے اور اس کے بعد پھر وہ کوئی معقول سوال کرے تو اس کے جواب میں پہلے غصہ کا اثر نہ آنا چاہئے اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جب دوسرا طالب علم کوئی بات پوچھنے لگے تو بدرجہ اولیٰ پہلا اثر نہ آنے پائے بعض جھلے (چڑچڑھ) مزاج کے استاد ایک پر خفا ہوئے تو بس اب درس ختم ہونے تک سب پر برستے ہی رہتے ہیں (اصلاح انقلاب)

طلباء کی بے وقعتی، ان کی تحقیر یا خواہ مخواہ کی سختی کرنا درست نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو لوگوں کے دینی نفع پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ نفع پہنچانا ان پر واجب ہے پس اس صورت میں مستفیدین (طلباء) پر اپنا احسان سمجھ کر ان کو بے وقعت سمجھنا اور ان پر حکم چلانے میں حد سے تجاوز کرنا' ان پر محض براہ کبر سختی کرنا نہایت نازیبا ہے وہ اگر اپنی خوشی سے استفادہ کرتے ہیں تو گویا واجب کی ادائیگی میں معلم کے معین ہیں لہٰذا ان کے ساتھ اقل درجہ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جیسا دنیاوی معاملات میں اپنے معین و مددگار کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ایسے طریقے سے پیش آنا چاہئے جس سے ان کو نفع پہنچے اور ظاہر ہے کہ ایسی سختی یا بے وقعتی یا بے پروائی کی حالت میں ان کا نفع ختم ہو جاتا ہے یا ناقص ہو جاتا ہے خصوصاً ان کے سوالات کے جوابات میں جب وہ تعنت اور عناد سے سوال نہ ہو اس میں زجر و سختی کرنا آیت **واما السائل فلا تنهر** یعنی سائل کو مت جھڑکئے۔ کے بھی خلاف ہے یا بغیر کسی مصلحت کے محض اپنی بڑائی اور اس کی برائی ظاہر کرنے کو ان پر اس طرح احسان رکھنا اور اپنے احسان کو جتلانا کہ جس سے ان کی تحقیر یا ان کو اذیت ہو۔ آیت **ثم لا یتبعون ماانفقوا منا ولا اذی** (الایۃ) کے بھی خلاف ہے۔ (اصلاح انقلاب)

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا
بچوں کو زیادہ مارنے پر ناپسندیدگی کا اظہار

حضرت امام ربانی کو گوارا نہ تھا کہ بچوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا جائے اگر کسی صغیر سن بچہ کے پٹنے یا کراہنے کی آواز آپ کے کان میں

پڑتی تو آپ بے چین ہو جاتے اور کبھی باپ کے اپنے لڑکے کو زیادہ مارنے کی شکایت آپ سنتے تو آپ کو صدمہ ہوتا اور مناسب الفاظ میں باپ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایک مرتبہ مارا۔ ان کی پھوپھی نے حضرت سے جا کر شکایت کی اگلے دن جو مولوی اسماعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا مولوی اسماعیل ادھر آؤ مولوی اسماعیل صاحب ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل لڑکے کے مارنے کی چغلی کھائی گئی ہے حضرت نے فرمایا کہ ہنستے کیا ہو ادھر آؤ اور مولوی یحییٰ تم بھی آؤ (مولوی یحییٰ صاحب بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اس کے بعد چار پائی پر بیٹھ کر فرمایا ''مولوی یحییٰ میں تم سے مسئلہ پوچھتا ہوں کہ لڑکے کو کس قدر مارنا چاہئے؟ نصیحت کے لئے اتنا ہی کافی تھا اب مولوی یحییٰ صاحب جواب دیں تو کیا دیں' حضرت نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا آخر فرمایا کہ مولوی اسماعیل تم عہد کرو کہ جلیل کے مارنے میں سختی نہ کروں گا اگر عہد نہیں کرتے تو میں جلیل کو گوالیار نہ جانے دوں گا میں اس کو خود پڑھاؤں گا کیونکہ یہ میرا دو وجہ سے عزیز ہے اول تمہاری وجہ سے کہ تم میرے عزیز ہو اور دوسرے بھائی عبدالمجید کا نواسہ ہے۔ آخر مولوی اسماعیل صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت انشاء اللہ اب ایسا نہ ہوگا۔ صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب اس وقت حاضر تھے کہنے لگے کہ حضرت میں بھی تو سعید کو مارتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارا مارنا بھی سعید کو مجھے معلوم ہے کہ لڑکے کو اس قدر مارنا نہ چاہئے ایک دو طمانچہ مارنے کا مضائقہ نہیں اس عجیب نرم انداز پر حضرت امام ربانی نے کئی متعلقین کو بالتخصیص اور عام متوسلین کو علی العموم نصیحت فرمائی۔ (تذکرۃ الرشید)

بچوں پر زیادتی ایک ہولناک گناہ

سیدی ومرشدی قبلہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم کا

یہ ملفوظ جو بندہ نے خود سنا اور اہل علم کی مجلس میں حضرت والا نے پورے اہتمام کے ساتھ بسط و تفصیل سے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاری صاحبان آج کل معصوم بچوں کو بے دردی سے پیٹتے ہیں اور اس میں شرعی حدود کی قطعاً کوئی رعایت نہیں کرتے۔ شریعت کی رو سے جانور کو بھی چہرے پر مارنا حرام ہے مگر قاری صاحبان کی مار کا نشانہ عموماً بچوں کا چہرہ ہی ہوتا ہے۔ اس طرح مارنے کی آخری حد تین ضربیں ہیں مگر ان کی مار کا کوئی حدوحساب نہیں ہوتا اور یہ کہ لکڑی اس زور سے نہ ماری جائے کہ جسم پر نشان پڑ جائیں یہاں مار مار کر بچوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا غرض کسی پہلو سے بھی شرعی حدود کی کوئی رعایت ملحوظ نہیں ہوتی۔ ہر حد کو بے دردی سے پامال کیا جاتا ہے۔ ان حضرات کو سوچنا چاہئے کہ یہ ایک ایسا ہولناک گناہ ہے جس کی معافی کی بھی کوئی صورت نہیں اس لئے نابالغ بچہ دل سے معاف بھی کر دے تو اس کی معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں بالغ ہونے کے بعد معاف کر دے تو معافی معتبر ہے مگر قاری صاحبان جن بچوں پر ظلم کرتے ہیں بالغ ہونے کے بعد ان سب سے ایک ایک کر کے ملنا اور ان سے معاف کرانا ممکن نہیں کہ بعض بچے بلوغ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں (۲) اور بہت سے بچے دور دراز کے علاقے سے آتے ہیں پڑھ کر چلے جانے کے بعد اساتذہ سے کبھی ملاقات کی نوبت ہی نہیں آتی اور معافی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بطیب خاطر بخش دیا جائے۔

یہ حضرات اگر بالغ لڑکوں سے بخشوائیں بھی تو اس کا کیا اعتبار کہ وہ مروت سے مغلوب ہو کر نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے بخش رہے ہیں غرض اس گناہ کی بظاہر تلافی ممکن نہیں۔

بروایت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ دارالعلوم صادق آباد

اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں

(۱) ہمیشہ یاد رکھئے کہ تازہ غم میں کبھی وعظ نصیحت مفید نہیں ہوتی بلکہ الٹی اور مضر ہو جاتی ہے اور اس کے مضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نصیحت ہوتی ہے اس بات کی کہ تم اپنے غم کے جذبہ کو روکو اور مصیبت زدہ اس کی کوشش بھی کرتا ہے غم روکنے کی مگر چونکہ اس وقت غم کی شدت ہوتی ہے بس وہ غم دل ہی دل میں رہتا ہے اور زیادہ عرصہ تک غم کے رہنے سے قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جس سے مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔(انفاس عیسیٰ)

(۲) جس امر میں شرعاً گنجائش ہو اس کے صادر ہونے سے دوسرے شخص کو سختی سے اجتناب کا حکم کرنا یہ آداب احتساب کے خلاف ہے نرمی سے بھی تو یہ کام ہو سکتا ہے مگر اس کا خیال کرنا اور اس پر عمل کرنا متبحر کا کام ہے۔

(۳) میرا معمول ہے کہ مجھے مخاطب کی غلطیوں پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے میں ان کے مسلمات سے جواب دینا چاہتا ہوں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو اور اس سے ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ ویسی بتلانے سے نہیں ہوتی۔ اس تعلیم کے دو اثر ہوتے ہیں اگر طبیعت سلیم ہے تو اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ ملنا چھوٹ جاتا ہے اور عمر بھر کے لئے نجات ہو جاتی ہے اس طرز پر لوگ میرے اوپر الزام لگاتے ہیں کہ تعلیم کی بجائے تنقیحات شروع کر دیتے ہیں۔(حسن العزیز)

طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول

سیدی و مرشدی حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ نے حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت میں لکھا حضرت اقدس یہاں سکول میں یہ ناچیز اپنے فرائض

تندہی اور دیانت داری سے پورا کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر بعض طلباء کام نہیں کرتے۔آموختہ یادنہیں کرتے اور طلبہ کا نتیجہ اچھا نہ نکلے تو افسران بالا تنگ کرتے ہیں۔اس ناچیز نے طلبہ کو سزا دینے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھادوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتادوں کہ یہ سبق میں کل سنوں گا یاد کر کے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں جس لڑکے کی نسبت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش کی اور خوب کی مگر یاد ہوانہیں اسے سزا نہیں دیتا بعض طلبہ اس قدر ڈھیٹ اور لاپرواہ واقع ہوئے ہیں کہ جب تک خوب تسلی بخش مرمت نہ ہو کام ہی نہیں کرتے تو ان کو سزا دیتا ہوں، شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر ہاتھوں پر لکڑی سے مطابق موقع ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں۔ کبھی کبھی زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے (کسی نہایت سخت شرارت پر مارتے وقت سوچ کر ماتا ہوں اکثر غصہ نہیں ہوتا کبھی کبھار ہوتا بھی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ قدر حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم نا انصافی نہ ہو گئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ سا رہتا ہے حضرت اقدس کوئی ایسا اصول ارشاد فرئیں کہ جس پر کار بند ہو کر گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلبہ کام بھی کرتے رہیں۔

جواب حضرت

جب غصہ نہ رہے اس وقت غور کیا جاوے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے اگر چہ درمیان میں غصہ آجاوے (مکتوبات اشرفیہ)

بچوں کو مارنے کا طریقہ

اس کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے ایک عجیب سا نسخہ بتایا ہے' اور ایسا نسخہ وہی بتا سکتے تھے' یاد رکھنے کا ہے' فرماتے تھے کہ جب کبھی اولاد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو' یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آرہا ہو اس وقت نہ مارو' بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کر کے مار لو اس لیے کہ جس وقت طبعی غصہ کے وقت اگر مارو گے یا غصہ کرو گے تو پھر حد پر قائم نہیں رہو گے بلکہ حد سے تجاوز کر جاؤ گے' اور چونکہ ضرورت مارنا ہے' اس لیے مصنوعی غصہ پیدا کر کے پھر مار لو' تا کہ اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور حد سے گزرنا بھی نہ پڑے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا کہ طبعی غصے کے وقت نہ کسی کو مارا اور نہ ڈانٹا' پھر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو اس کو بلا کر مصنوعی قسم کا غصہ پیدا کر کے وہ مقصد حاصل کر لیتا۔ تا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے کیونکہ غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اکثر و بیشتر حد پر قائم نہیں رہتا۔

بچوں کو مارنے کی حد

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استاد کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل یہ جو بے تحاشہ مارنے کی جوریت ہے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں جیسا کہ ہمارے یہاں قرآن کریم کے مکتبوں میں مار کٹائی کا رواج ہے اور بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے زخم ہو جاتا ہے یا نشان پڑ جاتا ہے یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہوگی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر اس بچے سے مانگے تو وہ نابالغ بچہ معاف کرنے کا اہل نہیں ہے' اس لئے کہ اگر نابالغ بچہ معاف بھی کردے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا' اتنا خطرناک گناہ ہے اس لئے استاد اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہو جائے یا نشان پڑ جائے۔ البتہ ضرورت کے تحت جہاں مارنا ناگزیر ہو جائے صرف اس وقت مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول بیان فرمایا کرتے تھے جو اگرچہ کلی اصول تو نہیں ہے' اس لئے کہ حالات مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر اس اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کر رہا ہو۔ ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے سے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے' اس لئے بعد میں اس کو سمجھا دو' یا سزا دینی ہو تو سزا دے دو' دوسرے یہ کہ ہر ہر کام میں بار بار ٹوکتے رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ بٹھا کر سمجھا دو کہ فلاں وقت تم نے یہ غلط کام کیا۔ فلاں وقت یہ غلط کیا اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینا ہے دے دو۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ ہر انسان کی جبلت میں داخل ہے اور ایسا جذبہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو بعض اوقات انسان اس میں بے قابو ہو جاتا ہے اور پھر حدود پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا اس لئے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو ہمارے حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے تجویز فرمایا (اصلاحی خطبات جلد ۴)

حد سے زیادہ سزا پر معلم کو تنبیہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں ایک صاحب اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئے اور ایک معلم صاحب کے زیادہ مارنے کی شکایت کی اس پر ان کو بلایا گیا بینہ شرعیہ کے بعد حضرت نے ان سے فرمایا کہ جب تم کو مارنے سے منع کر دیا ہے اس سے قبل بہت سختی کے ساتھ ممانعت کر دی گئی تھی پھر تم نے خلاف کیوں کیا؟

اس پر انہوں نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ حضرت نے ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا تمہارا فیصلہ مہتمم صاحب کے آنے پر ہوگا مہتمم صاحب باہر گئے ہوئے تھے۔ طلباء سے مارنے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ چھٹی کا وقت آ گیا اس پر اس کو بے حد مارا' گلہ دبا لیا تھا جس سے گلے پر نشان پڑ گئے تھے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تو جنون ہے کہ ذرا سی بات پر اس قدر سزا اس واسطے حدیثوں میں آیا ہے کہ آدمی کو بلا نکاح نہ رہنا چاہئے (کہ یہ معلم مجرد تھے) ایسے آدمی کا غصہ سب دماغ ہی میں بھرا رہتا ہے ہنس کر فرمایا کہ کیا کیا جائے اس زمانے میں بیوی بھی تو وقت سے ملتی ہے یہ معلم سن رسیدہ تھے۔

ایک بڈھے سے کسی نے پوچھا کہ بڑے میاں بیوی کیوں نہیں کرتے کہا کہ جوان مجھے پسند نہیں کرتی اور بوڑھی کو میں پسند نہیں کرتا اب نکاح کس سے کروں۔

وہ معلم صاحب ابھی مجلس ہی میں تھے کہ حضرت نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو یہاں رہنے کی تو اجازت ہے لیکن جب تک یہاں رہو میرے سامنے نہ پڑو اور طلبا کو فرمایا کہ تم ان کے پاس نہ پڑھو (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ) اس وقت مختتم فیصلہ نہ کرنے کا راز ہے کہ حدیثوں میں غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے اس لئے ایسے میں امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا۔

بعد رفع غیظ جب تک تین تین چار چار مرتبہ غور نہیں کر لیتا کہ واقعی بھی یہ اس سزا کا مستحق ہے جب تک سزا نہیں دیتا پھر ان کو اپنے پاس سے اٹھا کر ایک دوسرے معلم کو جو نوعمر تھے بلایا جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ تم بھی بچوں کو مارتے ہو اس کا صحیح اور معقول جواب دو تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کر دیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو یہ شرارت نفس کی ہے یا نہیں انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک شرارت نفس کی ہے تو فرمایا کہ اچھا طلبہ کے سامنے حوض پر کان پکڑ کر چلو کیونکہ میں نے تم کو خلوت میں عزت سے سمجھایا تھا اس کو تم غنیمت نہیں سمجھتے واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتے وہ صاحب حوض پر کان پکڑ کر چلے مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس سے طلبا پر مدرس کی بے وقتی ضرور ہو گی مگر میں کیا کروں میں نے ہر چند چاہا کہ میرا کہنا مان جائیں مجبوراً یہ عمل اختیار کیا ہے۔

استاد سے نہ مارنے کی قسم لی گئی

پھر ان صاحب کو حوض پر سے بلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ۔ وہ صاحب قرآن شریف لے آئے تو فرمایا اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ خدا کی قسم اب سے کسی بچہ کو نہ ماروں گا اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کر لیں گے۔ میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے اور ایسے مارنے کے کہ وہ بے ہوش ہو گئے سنے ہیں۔ تم کو اس قدر مارنے کا کیا حق ہے۔

ایک بچہ کی مظلومیت اور استاد کو تادیب

ایک کم سن بچے نے بعد عصر ۲۲ رجب کو حضرت والا (حکیم الامت) کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جس میں اپنی مظلومیت کا اظہار کیا تھا حضرت والا نے

اس کے حالات سن کر ان دو شخصوں کو بلایا جو اس پر ظلم کرتے تھے ان میں ایک نابینا حافظ تھے جو اس بچہ کو اپنے وطن سے ملازم رکھ کر اپنی خدمت کے لئے لائے تھے اور ایک مولوی صاحب کو جو کچھ مدت سے اپنی اصلاح باطنی کے لئے خانقاہ میں مقیم تھے کہ یہ دونوں مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ حافظ جی کھانے کو نہیں دیتے فقط دو روٹی دیتے ہیں اور مجھے سخت مار بھی دیتے ہیں اور مولوی صاحب بھی حافظ صاحب کو سکھلاتے ہیں اور خود بھی مارتے ہیں اور کئی شخص بطور گواہ کے بلائے جو اپنی آنکھوں سے ان کے جور وستم دیکھ چکے تھے۔ ان سے ان دونوں صاحبوں کے سامنے شہادت لی۔ اب حافظ جی سے دریافت کیا کہ حافظ صاحب آپ اس بچہ پر کچھ زیادتیاں کرتے ہیں؟

حافظ جی نے کہا۔ اس میں چوری کا مرض ہے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا کہ اس کے اندر کیا مرض ہے میں تو یہ دریافت کرتا ہوں کہ تمہارے اندر بھی یہ مرض ہے یا نہیں کہ تم اس پر ظلم کرتے ہو۔ نصف خوراک کھانا دیتے ہو۔ جب حافظ جی نے صاف جواب نہ دیا تو لڑکے سے کہا کہ بتلا تو سچ کیا بات ہے کسی سے نہ ڈرنا۔ اس بچہ نے کہا مجھے روٹی کم دیتے ہیں اور مارتے ہیں اور مولوی صاحب بھی مارتے ہیں۔

اب حافظ جی سے پوچھا کہ حافظ جی بتلاؤ کہ یہ ٹھیک کہتا ہے یا نہیں۔ حافظ جی نے کہا ٹھیک کہتا ہے۔ فرمایا پھر کیوں مارتے ہو اسے روٹی پیٹ بھر کے کیوں نہیں دیتے۔ کیا تم نے یہ شرط ٹھہرالی تھی کہ پیٹ بھر کے روٹی نہیں دوں گا۔ حافظ جی نے کہا کہ ہم نے روٹی کم کردی تھی کہ چوری کا مرض جاتا رہے۔

فرمایا ارے عقل کے دشمن اس سے تو اور مرض بڑھے گا کہ جب بھوکا ہوگا چوری کرے گا نیز آپ نے یہ چوری کا علاج کسی شرعی دلیل سے تجویز کیا ہے یا آپ نے کسی عالم سے دریافت کیا تھا اور مارنے کو بھی آپ نے چوری کی سزا

کہاں سے تجویز کی ہے اور فرمایا کہ ظالم! اللہ کا خوف نہیں رہا۔ آنکھیں تو پھوٹ گئیں، دل بھی اندھا کرلیا۔ اب مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولانا آپ نے اس لڑکے کو کیوں مارا۔ آپ کا کیا قصور کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جی یہ چوری کیا کرتا تھا فرمایا کہ آپ کا کچھ چرایا تھا فرمایا۔

کہا میرا تو نہیں فلاں صاحب کا حلوہ کھالیا تھا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ آپ کو کیا حق تھا۔ کہا میرا تو نہیں فلاں صاحب کا حلوہ کھالیا تھا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ آپ کو کیا حق تھا۔ اگر کچھ کہتے تو وہ کہتے۔ جاؤ دور ہو جاؤ۔ ابھی خانقاہ سے چلے جاؤ اور اندھے تو بھی نکل اور پھر فرمایا ابھی یہاں سے دور ہو جاؤ دونوں (اے نیاز) پھینک دوان کا سامان اسباب۔ ابھی نکال دو اور حافظ جی سے کہا کہ جاؤ ابھی اس لڑکے کا کرایہ لاؤ (مظفر پور کا) ہاں یہ بچہ ہے اکیلا نہیں جاسکتا۔ دو آدمیوں کا کرایہ لاؤ اور اگر بارہ برس کا نہیں ہے تو نصف کرایہ دو اور اگر بارہ برس کی عمر ہے تو وہ کرایہ لاؤ ہم اپنے اہتمام سے پہنچادیں گے اور لڑکے سے خطاب کر کے کہا کہ تم آج سے ہمارے یہاں کھانا کھایا کرو اور نیاز میرے سامنے کھلایا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ ان کم بختوں کو ہاہو کرنی آتی ہے یا بیٹھ کر تسبیح گھمانی۔ اللہ کا خوف ذرہ دل میں نہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ سے محبت رکھنے والا تو کسی بلی کے ساتھ بھی ان مظالم کو گوارہ نہ کرے گا اور اس پر آزاد بنتے ہیں مجھے تو اس قدر حافظ جی پر غصہ نہیں کہ یہ معذور ہیں۔ مگر مولانا کو کیا ہوا ہے پڑھ لکھ کر سب ڈبو دیا، حافظ جی چونکہ معذور تھے اس لئے حضرت نے ان کو ۱۵ یوم بیٹھنے کی اجازت دی کہ اس میں اپنا انتظام کرلو اور جاؤ۔ دوسرے دن حافظ جی کو حضرت نے نہ دیکھا تو حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ آج حافظ جی

نہیں آئے۔ان صاحب نے کہا کہ وہ خوف کی وجہ سے نہیں آئے کہ شاید میرے جانے سے حضرت کو تکلیف ہوگی تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے ان کو پندرہ یوم کی اجازت دے دی ہے اس کا تو ہی مطلب ہے کہ ان دنوں میں آ کر سنا کریں۔ بعد میعاد البتہ ان کو نہیں آنا چاہیے۔ ہاں ان مولوی صاحب کو ہرگز تشریف لانے کی اجازت نہیں کیونکہ ان کو ایک دن کی بھی اجازت نہیں ہے۔

اسکے بعد حضرت والا حافظ جی کو مظالم اور بخل کی برائیاں سمجھاتے رہے (ملفوظات اشرفیہ)

طلبا کو بے تحاشا مارنا حرام ہے

حضرت تھانویؒ نے فرمایا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ چھٹی کے بعد تو مکتب سے بھاگتے ہوئے جاتے ہیں اور آتے ہیں آہستہ آہستہ اور جمعرات کو دیکھئے تو خوش خوش کہ کل کو چھٹی ملے گی اور جمعہ کی شام کو پژمردہ کہ کل گرفتاری کا دن ہے یہ تو نفس مکتب کی مشقت ہے اور جو استاد صاحب کوئی قصائی مل گئے تو کچھ نہ پوچھئے صورت دیکھ کر کانپ اٹھتے ہیں اور جو کسی دن ان کا ہاتھ پڑ گیا تو خیر نہیں خاص کر اگر وہ استاد صاحب اندھے بھی ہوئے تب تو مصیبت بلکہ مصائب پر مصائب ہیں میں نے دیکھا ہے کہ ایک اندھے حافظ جی لڑکے کے سر کو ٹانگوں میں دبا لیتے تھے اور بے تحاشا کم میں گھونسے مارا کرتے تھے میں تو اتنے مارنے کو حرام سمجھتا ہوں کیا یہ تھوڑی مشقت ہے (اصلاح ظاہر جلد ۲۸)

کتاب سے مارنے پر نصیحت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری نوراللہ مرقدہ کو مدرسین کے احترام کا خاص اہتمام تھا اور ان کے ساتھ وہ لطف شفقت کا برتاؤ فرمایا کرتے جو ان کے شایان شان تھا باوجود یہ کہ تمام مدرسین آپ کے شاگرد اور معتقد خادم تھے مگر جب

کوئی آتا تو آپ اس کو پاس بٹھا لیتے اور ان کی بری بھلی سب توجہ سے سنتے تھے مسکراتے تھے اور کوئی شکایت لاتا تو اس کی کافی تحقیق فرما کر ان کو تسلی دیا کرتے تھے۔ طالب علم اور استاد کے مابین کوئی قصہ ہوتا جس میں غلطی استاد کی ہوتی تو اس وقت بڑی ضیق پیش آتی اور بڑی حسن تدبیر سے دونوں پہلو سنبھالا کرتے تھے۔ مولوی ظفر احمد صاحب کے مزاج میں غصہ تھا۔ ایک مرتبہ طالب علم کے بے تکے سوالات پر ان کو پڑھاتے ہوئے غصہ آیا تو کتاب جو فلسفہ کی تھی طالب علم کے منہ ماری۔ حضرت کے قریب ہی ان کی درس گاہ تھی اور حضرت نے سب دیکھ اور سن لیا تھا اس وقت گرفت کرنے میں طالب علم کی جرأت بڑھنے کا اندیشہ تھا اور حضرت کو اس کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ طلبہ کے قلوب میں استاد کی عظمت قائم اور باقی رہے۔ اس لئے ایسا کر دیا گویا سنا ہی نہیں۔ بعد عصر جب مولوی ظفر احمد صاحب مجلس میں آکر بیٹھے تو حضرت نے فرمایا مولوی ظفر کیا کتاب سے بھی مارا کرتے ہیں؟ کتاب تو اس کے لئے موزوں نہیں ہوتی پھر کتاب بھی مدرسہ کی جو کہ وقف ہے اور جس کی حفاظت ضروری ہے۔ مولوی صاحب نے غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ کے لئے احتیاط کا عہد کیا تو آپ مسرور ہوئے اور پھر محبت کے لہجہ میں فرمایا بھائی آج کل طلبہ کو مارنے کا زمانہ نہیں ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے۔ قلوب میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ بعض نادان مقابلہ سے پیش آنے لگتے ہیں۔ اس سے تو بہت ہی احتیاط کرو اور اگر کوئی زیادہ بک بک لگا دے اس کو مہتمم سے اطلاع کر کے درس سے اٹھا دو، بس اس سے زیادہ سزا کی ضرورت نہیں۔

بغرض اصلاح جن لوگوں کو سزا دی ان سے معافی مانگنا

حضرت مفتی رشید احمد صاحب کا ارشاد میں نے حمیت دینیہ کی خاطر یا کسی معصیت سے روکنے کے لئے جن لوگوں کو جسمانی سزا دی یا زبانی زجر و توبیخ کی

بعد میں ان سے معاف کرایا ہے اور ان کی تطییب خاطر کے لئے انہیں گراں قدر ہدیہ بھی دیا، علاوہ ازیں ان کے لئے روزانہ دعا وایصال ثواب کا بھی معمول ہے۔

اولاد کے بالغ ہونیکے بعد ان سے بھی معاف کرایا نابالغ کا معاف کرنا شرعاً معتبر نہیں۔

یہ عمل اس لئے کیا کہ شاید سزا دینے میں حد شرعی سے تجاوز ہو گیا ہو یا اس میں نفس کی شرکت ہو گئی ہو۔

شاگردوں اور اصلاحی تعلق رکھنے والوں سے معاف کرانے میں ان کے بگڑنے اور دینی ضرر کا سخت خطرہ ہے اس لئے ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتا البتہ ان کے لئے خصوصی دعاء اور اپنے استغفار کا معمول ہے۔ (جواہر حکمت)

ایک نیک دل رئیس کا قصہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں جب کانپور میں تھا تو ہمارے مدرسہ میں ایک رئیس کا بھانجا پڑھتا تھا جو بہت ہی شریر تھا اس کی یہ حالت تھی کہ پاخانہ کی دیواروں پر اساتذہ مدرسہ کے نام لکھتا تھا لوگوں کو فکر ہوئی کہ کون نالائق ہے آخر لوگوں نے خفیہ طور پر تفتیش کی اور پہلا لکھا ہوا سب مٹا کر یہ انتظام کیا کہ جو شخص پاخانہ سے نکلتا اس کے نکلنے کے فوراً بعد دیکھا جاتا کہ کچھ لکھا ہوا تو نہیں آخر وہ لڑکا جو ایک دفعہ نکلا تو دیوار پر نام لکھے ہوئے پائے گئے اور اس کو پکڑ کر مدرسین کے پاس لایا گیا تو ایک مدرس نے سخت سزا دی حتیٰ کہ مارتے مارتے بے ہوش کر دیا اور اس کی جان کا خطرہ ہو گیا تو بعض لوگوں نے اس کے ماموں کو اطلاع دی فوراً کانپور آئے تو واقعی لڑکے کی حالت نازک تھی مگر علاج معالجہ سے افاقہ ہوا اور بچنے کی امید ہو گئی شہر کے لوگوں نے ان کو بہت بہکایا کہ پولیس میں رپٹ لکھوا دو مگر وہ سمجھ دار آدمی تھے انہوں نے گوارہ نہ کیا کہ ایک دینی مدرسہ کی شکایت غیروں کے پاس لے جاؤں وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ صاحب میری عدالت تو آپ ہیں میں آپ کے یہاں استغاثہ

کرتا ہوں میں نے چپکے سے ان مدرس صاحب کے پاس رقعہ لکھا کہ تم اس وقت اپنا استعفیٰ داخل کردو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر میں نے رئیس صاحب سے کہا کہ میرے پاس ان صاحب کا استعفیٰ ملازمت سے آگیا ہے اور وہ آپ کے سامنے ہے اب ہم کو ان پر کوئی حق مواخذہ کا نہیں رہا کیونکہ مدرسہ کے ملازم ہی نہ رہے اس لئے میں کچھ نہیں کرسکتا آپ کا جہاں جی چاہے استغاثہ دائر کر کے انتقام لے لیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ کیا آپ نے اس کا استعفیٰ منظور کرلیا ہے۔ میں نے کہا اور رد کرنے کا ہم کو کیا اختیار ہے وہ بے چارے بہت بڑے اہل آدمی تھے کہنے لگے کہ یہ تو میری بڑی نحوست ہوئی کہ میری وجہ سے ایک عالم مدرسہ سے الگ ہوتے ہیں اور ان کا فیض مدرسہ سے بند ہوتا ہے میں اپنا استغاثہ واپس لیتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کہیں استغاثہ نہ کروں گا میں نے اپنا حق معاف کیا آپ نے ان کا استغاثہ واپس کردیں ان کی اس اہلیت سے میں بڑا خوش ہوا کہ شاباش۔ مسلمان کو دین سے اتنی ہی محبت ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ان کی عجیب خوش فہمی یہ تھی کہ مجھ سے کہنے لگے کہ میرا خیال یہ تھا کہ اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جاؤں اور گھر پر اس کی تعلیم کا انتظام کروں مگر اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو کچھ دنوں مدرسہ ہی میں رکھو کیونکہ ابھی اگر میں اسے گھر لے گیا تو یہ اس حالت میں جائے گا کہ اس کے دل میں ایک عالم سے کینہ بغض ہوگا اور یہ اس کی آخرت کو مضر ہے اس لئے چندروز اس کو مدرسہ ہی میں رکھا جاوے اور انہی حضرت کے سپرد کیا جائے جنہوں نے اس کو مارا تھا اور ان کو کہہ دیا جائے کہ اب اس کے ساتھ شفقت و ملاطفت کا ایسا برتاؤ کریں جس سے اس کے دل کا خار نکل جائے اور ان سے اس کو محبت ہو جائے پھر میں اس کو گھر بلالوں گا۔ واقعی میں اس کی سلامت فطرت پر حیران رہ گیا اور بے ساختہ میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلی اور اس وقت ہی میری سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ بچوں پر زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی اس طرح کرنا چاہیے۔

(دیکھئے بعضے دنیادار بھی کیسی سمجھ کے ہوتے ہیں)

غصہ کا علاج

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ میں پہلے غصہ میں تعجیل کرتا تھا جس سے کام بگڑتا تھا تو میں نے اس کا یہ علاج کیا کہ ایک کلیہ یاد کرلیا کہ تعجیل نہ کرنا چاہیے اس سے برسوں تک کام لیتا رہا۔ الحمدللہ اس طریق سے تعدیل ہوگئی اور اس قسم کے کلیات و مختصرات کی سب اہل فنون کو ضرورت ہے۔

(وعظ الارتیاب والاغتیاب، اصلاح اعمال)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **انی اعلم کلمۃ تو قالھا لذھب عند مایجد** یعنی میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا اس کو پڑھ لے تو ابھی غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ اعوذ باللہ ہے۔ (وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

چھپا ہوا دشمن

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ غصہ دوسروں پر چلانے سے پہلے اپنے دشمن پر چلائیے۔ یہ نفس آپ کا ایسا چھپا دشمن ہے کہ جس کی دشمنی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ دوسرے دشمن آپ کے کھلم کھلا مخالف ہوتے ہیں اور یہ کام جو آپ سے کراتا ہے لذات اور شہوات کے پردہ میں کراتا ہے تو اس کی ایسی مثال ہوگئی جیسے آپ کا ایک مخالف آپ کو سنکھیا دے اور کہے کہ یہ کھالیجئے آپ اس کو ہرگز نہ کھائیں گے اور ایک آپ کا دوست جو درحقیقت دشمن ہو اور آپ کے قتل کی فکر میں ہو لڈو میں ملا کر زہر دے دے تو آپ اس کو بڑے شوق سے کھالیں گے اور جب تک اس زہر کا اثر نہ ہوگا آپ کو ذرا بھی وہم نہ ہوگا۔

اسی طرح نفس آپ سے لذات اور شہوات کی آڑ میں ایسے برے کام کرادیتا ہے کہ ان کے نتیجے بہت ہی خراب ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا جس وقت وہ نتائج ظاہر ہوں گے تو ان کا تدارک مشکل ہوجائے گا۔ (وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

غصہ کا ایک اور علاج

اور ایک علاج یہ ہے کہ جس کو غصہ زیادہ آتا ہو ایک کاغذ پر یہ لفظ لکھ کر کسی ایسے موقع پر لگا دے کہ اس پر ضرور نظر پڑتی ہو وہ لفظ یہ ہے "اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے کہ جتنی تجھ کو اس پر ہے" غصہ جبھی آتا ہے کہ جب دوسرے کو اپنے سامنے کمزور پاتا ہے اور جب دوسرا زبردست ہوتا ہے تو غصہ نہیں آتا۔
(وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

غصہ کا کامل علاج

ایک مرتبہ حضرت عروہ کو غصہ آیا ابووائل کہتے ہیں کہ انہوں نے فوراً پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ میرے باپ نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ **الغضب من الشیطان** اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **ان الشیطان خلق من النار** یعنی غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ غصہ کے وقت حرارت ہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ چہرہ کیسا سرخ ہو جاتا ہے ہاتھ پیر کانپنے لگتے ہیں یہ سب نار ہی کے فعل ہیں چنانچہ شیطان سے کسی نے پوچھا کہ انسان کے جسم میں تو کہاں رہتا ہے تو اس نے کہا جس وقت انسان خوش ہوتا ہے تو دل میں ہوتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو سر کے اوپر ہوتا ہوں۔ (وعظ الغضب)

غصے کے تین درجے

دوران وعظ فرمایا: پس جاننا چاہیے کہ غصہ اور اسی طرح ہر خلق کے اندر تین مرتبے ہیں اول تو غصہ کا پیدا ہونا عین ہیجان نفس دوسرے یہ ہے کہ اس کے مقتضی پر جوش میں آکر کوئی کارروائی کرنا مثلاً غصہ آیا اور جوش آیا کہ زبان سے فلاں بات سخت اس کو کہوں اور ہاتھ سے ماروں۔ پس جس قدر ہیجان اور جوش کا

مقتضی تھا سب افعال اس نے کر لئے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ہیجان تو ہوا لیکن نفس اس شخص کو بے قابو نہیں کرتا اور نہ جوش کو جاری کرتا ہے اور معاً کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ جب جوش کم ہو گیا اس وقت غور کر کے کارروائی کرتا ہے۔

اب تینوں مرتبوں میں غور کرنا چاہئے کہ کس میں مصلحت ہے اس لئے کہ غصہ کے اندر عقلی اور شرعی حکمتیں ضرور ہیں ان کا انکار کسی طرح نہیں کیا جا سکتا اور وہ مصالح واجب التحصیل ہیں اور موقوف علیہ ان کا غصہ ہے اور بحکم مقدمۃ الواجب واجب۔ بعض افراد کے اعتبار سے غصہ واجب ہوا اور بعض کے اعتبار سے منہی عنہ بھی ہے جو لوگ محققین نہیں ہیں وہ ایسے مقامات پر پہنچ کر تنگ ہوتے ہیں اور گھبراتے ہیں۔ (وعظ الغضب، آداب انسانیت)

غصہ کا عملی علاج

اب میں غصہ کے بارہ میں ایک گر بتلاتا ہوں جو عملی علاج ہے جو دستور العمل بنانے کے لائق ہے وہ یہ کہ غصہ آتے ہی فوراً نافذ کرنا شروع نہ کر دے۔ ذرا ٹھہر جائے اور جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے یا خود وہاں سے ہٹ جائے۔ جب جوش جاتا رہے اب فیصلہ کرے کہ اس شخص کو کیا سزا دی جائے مگر اس فیصلہ کے لئے علم دین کی ضرورت ہوگی وہ بتلائے گا کہ یہ موقع غصہ کرنے کا ہے یا نہیں پھر موقع ہونے پر سزا کتنی ہونا چاہئے اس کے بعد جو کچھ فیصلہ ہوگا وہ بجا ہوگا اور ان سب باتوں کا فیصلہ سکون کی حالت میں کرے غصہ میں نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے۔ **لا یقضی القاضی وھو غضبان** کہ قاضی غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے بلکہ خوب سوچے اور معاملہ پر نظر ثانی بھی کرے۔ یہاں بھی علم دین کی ضرورت ہوگی اسی طرح میاں جی کو چاہئے کہ فوراً سزا دینا نہ شروع کر دیں۔ یہ

بھی سکون کی حالت میں فیصلہ کریں جب جرم ثابت ہو جاوے تو سزا بھی حکم شرعی سے تجویز کریں کہ ایک لکڑی مارنی چاہیئے یا دو یا تین گو نفس اس پر راضی نہ ہوگا کیونکہ اس کا مزہ تو اس میں ہے کہ دھنیے کی طرح دھنتا چلا جائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مزے کے لئے مارتے ہیں سزا کے لئے نہیں۔ایک بات جو پہلی بات کا تتمہ ہے یہ بھی ہے کہ جب غصہ آئے تو یہ بھی سوچیں کہ آیا سزا دینا واجب ہے یا جائز۔اگر واجب ہو تو اس آیت پر عمل کرے۔**ولا تاخذ کم بھما رافۃ فی دین اللہ** زنا کار کے لئے فرماتے ہیں کہ اس پر شفقت غالب نہ آنی چاہیئے۔پس اگر شرعاً سزا واجب ہو تو سزا دینا واجب ہے۔شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست وگر خوں بفتویٰ بریزی رواست

اور یہ اس صورت میں ہے جب موجب سزا اپنا حق نہ ہو بلکہ حق اللہ ہو اور اگر اپنا حق ہو کہ کسی نے ہمارا نقصان کیا تھا یا ہماری نافرمانی کی تھی تو اس وقت کامل درجہ اتباع ہدیٰ کا یہ ہے۔**فمن عفیٰ و اصلح فاجرہ علی اللہ** یعنی اپنا حق معاف کردے گو یہ بھی جائز ہے کہ بدلہ لے لے۔لیکن اگر معاف کردے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور معاف کرنا چونکہ نفس پر شاق ہے اسکے لئے بعض مراقبات کی بھی ضرورت ہے مثلاً یہ سوچے کہ اے نفس کیا تو مجرم نہیں ہے پھر یہ کہے کہ جتنی تجھ کو اس پر قدرت ہے خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے۔پھر یہ سوچے کہ تو اپنے جرم کیلئے کیا چاہتا ہے معافی چاہتا ہے یا سزا۔یقیناً معافی چاہتا ہے تو جیسے تو اپنے لئے چاہتا ہے اسی طرح تجھ کو دوسروں کے لئے بھی معافی کو پسند کرنا چاہیئے اور یہ بھی سوچے کہ اگر تو خطا معاف کردے گا تو حق تعالیٰ تیری خطا معاف کردیں گے۔(وعظ الھویٰ والھدیٰ آداب انسانیت)

غصے کے ازالہ کی تدابیر

دوران وعظ فرمایا: غصہ کو جاری کرنے میں حدود سے خارج ہو جانا بہت برا

ہے مگر ہماری یہ کیفیت ہے کہ جب غصہ آتا ہے تو کچھ بھی نہیں دیکھتے بس یہ چاہتے ہیں کہ دل ٹھنڈا کر لیں۔ خصوص میاں جی صاحبان کی تو عموماً یہی حالت ہے۔ آج کل سکولوں میں تو کسی کی مجال نہیں کہ ایسی کارروائی کرے۔ مگر مکاتیب میں طرح طرح کی سزائیں ایجاد کی جاتی ہیں اس پر طرہ یہ کہ بیوی سے تو لڑ کر آئے اور غصہ اتاریں لڑکوں پر پھر جرم تو کیا ایک لڑکے نے اور پیٹیں گے سب کو۔

اسی طرح بعض ظالم نوکروں کی بری طرح خبر لیتے ہیں ان کے ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اس کا نتیجہ عنقریب یہ ہوگا کہ آج وہ مظلوم اور مغلوب ہیں مگر قیامت میں غالب ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے غلام چوری کرتے ہیں خیانت کرتے ہیں۔ میں ان کو مارتا ہوں۔ میرا ان کا کیا معاملہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت میں ترازو کھڑی کی جاوے گی ایک پلہ میں ان کی خطائیں اور ایک پلہ میں تمہاری سزا رکھی جاوے گی جو پلہ بھاری ہوگا اسی کے موافق عمل ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے سب کو آزاد کیا۔ میں اپنا کام آپ کر لیا کروں گا۔ یہ ان صحابی کا غلبہ حال تھا۔ حضور ﷺ کا یہ مطلب نہ تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ اعتدال ہونا چاہئے۔ (وعظ الہویٰ والہدیٰ آداب انسانیت)

غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ یا سزا ہرگز نہ دینا چاہئے

۱...... غصہ کو جہاں تک ہو سکے روکو غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے۔ اس وقت مقدمہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ (تعلیم الدین)

۲...... غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے قبائح (برائیاں اور نقصانات) پیش نظر نہیں رہ جاتے۔ تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ کا روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب اس کو جاری کیا گیا ہے تو ہمیشہ اس کا انجام برا ہوا ہے

اور دل کو قلق (افسوس) بھی ہوا ہے۔
غصہ جب آئے تو یہ یاد رکھے کہ کسی قول یا فعل میں ہرگز تعجیل (جلدی) نہ کرے تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے سے تعدیل ہو جائے گی۔ (انفاس عیسیٰ ص ۴۰۰)

۳.....غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے۔ (انفاس عیسیٰ)

۴.....حدیثوں میں غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس لئے میں ایسے امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا۔ غصہ ختم ہو جانے کے بعد جب تک میں تین چار بار غور نہیں کر لیتا کہ واقعی یہ سزا کا مستحق بھی ہے۔ اس وقت تک سزا نہیں دیتا۔ (ملفوظات)

اگر بہت زیادہ غصہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

فرمایا کہ اگر کسی کو کسی پر غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے سامنے سے خود ہٹ جائے یا اسے ہٹا دے اور ٹھنڈا پانی پی لے اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہئے کہ اس شخص کی غلطی سے درگزر کر دیں ورنہ حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ (ملفوظات)

سختی کرنے اور سزا دینے سے پہلے کیا سوچنا چاہئے

حضرت والا سے دریافت کیا گیا کہ نوکر پر زبان سے یا ہاتھ سے سزا دینے میں زیادتی ہو جاتی ہے اور بعد میں پچھتانا پڑتا ہے کوئی ایسی تدبیر ارشاد ہو جس سے زیادتی نہ ہو اور سیاست میں بھی فرق نہ آئے۔

فرمایا بہتر تدبیر یہ ہے کہ زبان سے کچھ کہنے یا ہاتھ بڑھانے سے پہلے یہ

سوچ لیا جائے کہ فلاں فلاں لفظ میں کہوں گا یا اتنا ماروں گا پھر اس کا التزام کیا جائے کہ جتنا سوچا ہے اس سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (حسن العزیز)

۲......میاں جیوں استادوں کا علاج یہ ہے کہ غصہ میں نہ مارا کریں جب غصہ جاتا رہے تو سوچا کریں کہ کتنا قصور ہے اتنی سزا دے دینی چاہئے یہ تو سلامتی کی بات ہے ورنہ لڑکے قیامت میں بدلہ لیں گے۔

ناحق ستانے کا بڑا گناہ ہے

ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مرگئی تو حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے اور بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت دوزخ میں گئی تو لڑکے تو انسان ہیں۔ (دعوات عبدیت)

خدمت لینے میں چند امور کا لحاظ

۱......انسان کو چاہئے کہ اگر کسی سے کام لینا چاہئے تو اس حالت میں لے کہ اس کے قلب پر تکدر نہ ہو (حسن العزیز)

۲......جب کوئی شخص کسی سے کام لے تو بقدر امکان اس کی اعانت کرے سارا بوجھ اس پر نہ ڈال دے اتنی ہی مدد سہی کہ منہ سے صاف الفاظ کہے (حسن العزیز)

۳......فروخت کردہ چیزوں کے متعلق حضرت تھانوی خادم سے کبھی یہ تفتیش نہیں فرماتے کہ کون سی چیز کتنے میں بکی فرماتے ہیں کہ اگر اعتبار نہیں تو اس کو بھیجنا ہی نہ چاہئے اور اگر اعتبار ہے تو پھر شبہ نہ کرنا چاہئے جتنے میں چاہے بیچ دے (حسن العزیز)

۴......اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ اس خادم کو راحت پہنچانے کا اہتمام تھا اور پھر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر ناگواری نہیں ہوتی ہاں اگر راحت پہنچانے کا اہتمام ہی نہ ہو اور فکر ہی نہ ہو تو بے شک ناگواری ہوتی ہے۔ (الافاضات)

۵......واللہ غلطیوں پر تغیر (غصہ) نہیں ہوتا جس پر تغیر ہوتا ہے ایک بے پرواہی ایک خودرائی پر باقی غلطی کس سے نہیں ہوتی گناہ تک ہوتے ہیں جن غلطیوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور محض بے پروائی کی وجہ سے نہیں بچتا ان پر تغیر (غصہ) آتا ہے۔

۶......دو شخصوں سے میرا دل نہیں ملتا متکبر سے اور چالاک سے (حسن العزیز)

نابالغ بچوں سے خدمت لینا جائز نہیں

بعض میاں جی (اساتذہ) بچوں پر دوسری طرح ظلم کرتے ہیں وہ یہ کہ ان سے اپنے گھر کی خدمت لیتے ہیں کہیں پانی بھرواتے ہیں کبھی آٹا پسواتے ہیں کبھی مٹی ڈھواتے ہیں۔ یاد رکھو والدین کی اجازت کے بغیر نابالغ بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں۔ بعضے میاں جی (حفاظ مولوی) یہ کرتے ہیں کہ گرمیوں کی دوپہر میں خود تو سوتے رہتے ہیں اور بچوں سے پنکھا جھلواتے ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ آخر جس طرح تم کو نیند آتی ہے ان کو بھی تو آتی ہے۔ (التبلیغ)

ہمارے یہاں مدرسہ میں ایک حافظ صاحب تھے ایک روز انہوں نے دو لڑکوں کو چکی پر آٹا لینے کو بھیجا وہ سر پر لاد کر لائے میں نے کہا حافظ صاحب یہ بہت بے جا بات ہے اگر آپ کے بچے ہوتے تو کیا ان سے بھی بوجھ اٹھواتے؟ ذرا انصاف کیجئے شاگرد کو اپنے بچہ سے کم درجہ کا نہ سمجھنا چاہئے۔ مولوی بس ہدایہ پڑھاتے وقت تو فقیہ ہوتے ہیں مگر عمل میں ان کو بھی احتیاط نہیں ہوتی (کلمۃ الحق)

خلاف شرع خدمت یا دوسروں کا کام بچوں سے لینا

بعضے میاں جی دوسروں کا کام بھی بچوں سے لیتے ہیں مثلاً کوئی مر گیا تو اس کا تیجہ بچوں سے پڑھواتے ہیں اور بعضے میت کے گھروں پر بھی بھیج دیتے ہیں کانپور میں بھی یہ رواج تھا کہ بچوں کو تیجے کے لئے لے جاتے تھے۔ میں نے

روک دیا کہ بچے مدرسہ میں تیجہ کے واسطے نہیں آتے بلکہ نتیجہ کے واسطے آتے ہیں۔ یہاں سے اس کام کے لئے کوئی نہیں جائے گا تب یہ سلسلہ بند ہوا (التبلیغ)

بالغ ونابالغ شاگردوں سے خدمت لینے کے جواز کی شرائط

۱- بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو۔

۲- اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو۔ یا خلاف سنت ہو۔ (جیسے تیجہ وغیرہ پڑھوانا) وہ بھی جائز نہیں۔

۳- اگر بالغ ہو تو بشرائط جائز ہے وہ شرط یہ ہے کہ بطیب خاطر ہو (دلی رضامندی) سے جو جبر نہ ہو مگر معلمین ان معاملات میں بہت گڑبڑ کرتے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ (کلمۃ الحق)

طلبہ سے ذاتی کام لینا

حضرت سیدی ومرشدی حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں لکھا کہ تدریس کے زمانہ میں طلبہ سے میں کبھی ذاتی کام لے لیا کرتا تھا۔ اس بارے میں حضرت اقدس کی عجیب تعلیم ہے۔ میں نے لکھا کہ طلبہ سے کام لیتا ہوں اگرچہ باضابطہ معاوضہ ادا نہیں کرتا تاہم کچھ دے دلا کر انہیں خوش کر دیتا ہوں اس پر حضرت نے تحریر فرمایا۔

(۱) کیا ان لڑکوں کے والدین کو خبر اور ان کی اجازت ہے؟ (۲) کیا معتمد مزدور نہیں مل سکتے؟ (۳) کیا ان کو اتنے ہی پیسے دیئے جاتے ہیں جتنے دوسرے مزدوروں کو؟

اس کے بعد میں نے چند نادار اور مفلس طلباء کے والدین سے اجازت لی اور حضرت کی خدمت میں لکھا کہ آئندہ ان کو اتنا ہی معاوضہ ادا کیا کروں گا جتنا دوسرے مزدوروں کو حضرت نے تحریر فرمایا۔ جزاکم اللہ وبارک اللہ (اصلاح دل)

طلباء سے بلا اجرت کام لینا حرام ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کو اجرت پر نقل خطوط کا کام دیا ہوا تھا اس نے بہت غلطیاں کیں۔ حضرت والا نے ان پر سختی فرمائی انہوں نے معذرت کی۔ فرمایا کہ کتاب کا ناس کرانا منظور نہیں۔ کہاں تک یہ غلطیاں بنائی جاویں اور ایک رقعہ ان کو لکھا کہ کئی روز سے غلطیاں بہت زیادہ اور فاش دیکھی جاتی ہیں مجھے احساس ہوا ہے کہ میری خاطر سے یہ کام کیا جاتا ہے دلچسپی سے اور مزدوری سمجھ کر نہیں کیا جاتا اگر میرا خیال ٹھیک ہے تو صرف ظاہر کردو کتاب کے خراب کرنے سے کیا فائدہ مجھے جواب صاف مل جانے میں کلفت نہ ہوگی اور کام خراب ہونے سے کلفت ہے انہوں نے جواب میں لکھا درحقیقت یہی بات ہے مجھ کو اس کام سے دلچسپی نہیں کسی اور کے سپرد فرمایا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر حضرت والا نے فرمایا لوگ مجھ کو متشدد کہتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ موجود ہیں جو دس دس برس میرے پاس رہے اور کبھی اف کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ غلطیاں وہ ہیں جن کی وجہ تغافل ہے جو آج کل عام طور سے طبائع میں ہے میں کسی سے بلا اجرت کام نہیں لیتا حالانکہ رواجاً اور قانوناً ہر طرح مجھے حق ہے کہ کام لوں کیونکہ کوئی مجھ سے بیعت ہے کوئی شاگرد ہے لیکن میں اس کو حرام شرعی سمجھتا ہوں، میں اس کو داخل تکبر سمجھتا ہوں جیسا کہ روساء راہ گیروں سے کام لیا کرتے ہیں کہ ارے فلانے بازار میں فلانے سے یہ کہتے جانا ایسا مذاق بگڑا ہے کہ لوگ اس کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں وہ راہ گیر نہ ان کی رعیت نہ کوئی شناسا بمرتبہ دوستی مگر ابتداء سے عادت حکومت کی پڑی ہوئی ہے ہر شخص سے کام لینے کو اپنا حق سمجھتے ہیں اس حق کی حقیقت جب معلوم ہو کہ ان کے اوپر جو حاکم ہے وہ ان کو پکڑ پکڑ کر کسی ناگوار کام پر بھیج دے (کمالات اشرفیہ)

طلبہ سے ذاتی کام نہ لینا

صاحب آداب المعلمین فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خان زمان صاحب کو احقر نے بچشم خود دیکھا جو کہ اپنا سامان خرید کر خود لے جاتے اصرار کرنے پر بھی کسی کو نہ دیتے حالانکہ مکان بازار سے کافی دور تھا ہمارے مدارس کے اساتذہ کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کم از کم اپنا یہ ذاتی کام خود کرلیا کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود دست مبارک سے فرمایا کرتے تھے بکریوں کا دودھ دوہ لیتے پھٹا، کپڑا خود سی لیتے، نعلین مبارک ٹوٹ جاتیں تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، اپنے کام کے لئے دوسروں کو تکلیف نہ دیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا، اس عرصہ میں آپ کی خدمت میں نے اس قدر نہیں کی جتنے کام آپؐ نے میرے کر دیئے۔

آج کل ایسی کچھ ہوا چلی ہے کہ ہر شخص کو یہ تو یاد ہے کہ میرا حق دوسروں پر کیا ہے۔ ہر وقت اس کا مطالبہ ہے اور نہ پورا ہونے پر اس کی شکایت کرتا ہے اور اس کے اوپر جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کا دھیان تک نہیں، یہی سبق ہمارے اساتذہ کرام نے بھی یاد کرلیا ہے وہ تمام اقوال وقصص ان کو یاد ہیں جن سے ان کا حق شاگردوں پر ثابت ہوتا ہے اور شاگردوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اس کا انہوں نے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ کو جو شفقت اور تعلق تلامذہ سے ہونا چاہیے اس کو پورا کرتے رہیں تو شائد ہی کوئی شاگرد ایسا بدنصیب ہو جو اساتذہ کی خدمت اور اطاعت کو اپنے لئے سعادت نہ سمجھے۔

آج کل صاحب زادگی کے مرض کا شکار ہو کر اکثر اساتذہ کے لڑکے جاہل رہ جاتے ہیں یا دوسری لائن اختیار کر لیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علم اس گھر سے ختم ہو جاتا ہے دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں کبھی اپنی اولاد کو ترجیح نہ دینا چاہیے۔

بے ریش بچوں کی صحبت سے پرہیز

مصنف رحمتہ المعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ خلوت بالا مارد بے ریش سے بہت اجتناب کرے ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات چیت نہ کرے نہ ان کی طرف قصداً دیکھے نہ ان کی بات نفس کے تقاضے سے سنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اس طرح سے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اس وقت کنارہ کشی دشوار ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل　　چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل

اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وماابرئ نفسی ان النفس لا مارۃِ بالسوء

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام محمدؒ کے رخ پر جب تک وہ امرد تھے نظر نہیں ڈالی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔

یہ شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی جیسا مرد اور رابعہ بصریہ جیسی عورت خلوت میں ہو جائیں تو میں دونوں کے اندر برے خیالات پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دوں۔

خلوت بالا مارد تو اس سے زیادہ خطرناک ہے اس سے لواطت جیسی خباثت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

شاگرد کے لئے اگر کوئی دوسری جگہ مفید ہے تو اس کی خواہش پر بخوشی اجازت دینا چاہیے

استاد کو چاہیے کہ اگر کوئی طالب علم اپنے حالات کو مجبوری کی بناء پر اس

کے پاس سے منتقل ہوکر دوسرا استاد یا کسی دوسرے مدرسہ میں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں اس کا فائدہ ہو تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ خوشی کے ساتھ اس کو اجازت دے۔ محض اپنے حلقہ درس کی رونق یا مدرسہ میں تعداد دکھانے کے لئے اس کو بجز واکراہ نہ روکے، جس جگہ طالب علم کا جی نہ لگے وہاں رہ کر وہ کیا پڑھ سکتا ہے، آخرکار وہ بددل ہوکر یا بھاگ جائے گا یا علم ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اس لئے کہ پہلی صورت میں اس کو حجاب ہو جائے گا جس سے پھر وہ استاد سے کبھی استفادہ نہ کر سکے گا۔

اور استاد شاگرد کے صحیح تعلق سے جوامت کی اصلاح کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں ان سب کا دروازہ بند ہو جائے گا دوسری صورت میں دوسروں کو دین کی باتیں سکھانا تو بہت دور رہا خود اس کا ہی دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ جب اپنے آبائی وطن کوفہ پہنچے اور امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوا تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے پاس عمرو بن دینار کی مرویات کا حافظ آ گیا ہے، ان سے جا کر استفادہ کرو چنانچہ امام صاحب کے تلامذہ وہاں جا کر ان سے استفادہ کرنے لگے۔

استاد کا شاگردوں سے کبھی کبھی مزاح کرنے کی ضرورت اور اس کا فائدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول وفعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں بڑی حکمت تھی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رعب وجلال اس درجہ عطا فرمایا تھا کہ ہرقل وکسریٰ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے آپ کے نام سے تھراتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد رعب سے بھی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں حضور کے غلامان کے نام سے بھی

سلاطین کانپتے تھے جیسے حضرت عمرؓ وحضرت خالدؓ۔

اور یہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف سلطان نہ تھے بلکہ رسول بھی تھے اور سول کا کام یہ ہے کہ امت کی ظاہری وباطنی اصلاح کرے جس کے لئے افادہ استفادہ کی ضرورت ہے اور افادہ استفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفیدین (استفادہ کرنے والوں کا) دل مربی (تربیت کرنے والے مثلاً پیر استاد) سے کھلا ہوا ہوتا کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں (یا کوئی بات پوچھ کر سمجھ سکیں اور جس قدر رعب حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ صحابہ کو استفادہ سے مانع ہوتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ اس مصلحت سے مزاح فرماتے تھے تاکہ صحابہ کے دل کھل جائیں اور وہ ہر وقت مرعوب رہ کر اپنے دل کی باتوں کو بیان کرنے سے نہ رکیں۔ (التبلیغ)

شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب نوراللہ مرقدہ

کی ہدایات وتجربات اور اساتذہ کے لئے ایک اہم ہدایت

بچوں کو درس گاہ میں اکیلا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے اول وقت میں درسگاہ پہنچ جانا اور وقت ختم ہونے پر بچوں کو رخصت کر کے درسگاہ سے باہر جانا چاہیے۔ اگر کسی لابدی ضرورت سے درسگاہ سے باہر جانا پڑے تو اپنے رفیق دوسرے مدرس یا کسی قابلِ اعتماد طالب علم کو نگران مقرر کر کے جائے۔

سزا دینے میں نفسیاتی احتیاط

اور اس بارہ میں یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ دوپہر اور شام وغیرہ کی رخصت سے ایک گھنٹہ اور ایک دو یا زائد ایام کی تعطیل سے ایک دن قبل سزا دے

سکتے ہیں اوراس قریب وقت میں ہرگز سزا نہ دیں بلکہ تلطف اور مہربانی شفقت اور محبت کا برتاؤ رکھیں کہ بچہ آپ کے ساتھ پوری طرح مانوس ہو اور اس کے دل میں آپ کی طرف سے تھوڑا سا بھی بعد اور دوری نہ ہو۔ ورنہ واپس آنے میں بہت ہی پس وپیش کرے گا بلکہ بسا اوقات ایسی صورت میں شیطان اس پر پورا قبضہ کر لیتا ہے اور تعلیم موقوف کرادیتا ہے اور ایک یا اس سے زائد ایام کی رخصت پوری کرنے کے بعد بچہ آئے تو پہلے دن اس کے ساتھ خفگی اور ناراضگی کا برتاؤ ہرگز نہ کریں۔

بچوں کے متعلق اصلاحی امور

(الف) تمام بچوں کو آہستہ آہستہ شرعی اور عمدہ باتیں بتائی جائیں اور نماز بارجماعت کا تو پوری طرح پابند بنادیا جائے۔

(ب) ان کو شوق دلایا جائے کہ اعمال میں خلوص اور صداقت اور نیت میں عمدگی پیدا کریں کہ ان باتوں سے بھی حفظ میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(ج) ان کو اس بات کی بھی عادت ڈلوائیں کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔

(ڈ) اگر کسی بچے میں کوئی شرافت یا علمی کمال پائیں تو اس پر اس کو شاباش دیں اور تعریف بھی کریں بشرطیکہ اس سے تکبر اور عجب کی بلا میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(ہ) ہو سکے تو اپنی حیثیت کے موافق ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی امداد بھی کیا کریں۔

(و) سب بچوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں اور ان کی تعلیم میں اس قدر حریص رہیں کہ اپنے ذاتی کام جو غیر ضروری ہوں، ان سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر تصور کریں۔ واللہ الموفق والمعین

معلمین قرآن کے لئے سنہری اصول

تم تعلیم دو مگر سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے (بیہقی)

تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تنگی و مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو (بخاری)

راغب کرو متنفر نہ کرو (کتاب الادب للبخاری)

آسانی کرو، تنگی نہ کرو، بشارت دو، نفرت مت پھیلاؤ (بخاری)

تم علم بھی سیکھو اور علم کے لیے سکینت و بردباری بھی سیکھو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو ان کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تمہارے شاگرد بھی تمہارے سامنے عاجزی اختیار کریں اور تم مغرور و جبار علماء نہ بنو کہ تمہارا علم، جہالت پھیلانے کا ذریعہ ثابت نہ ہو (کنز العمال)

عالم کے لئے لائق و مناسب ہے کہ اپنے سر پر راکھ اور مٹی ڈالے رکھے یعنی اللہ عزوجل کی خوشنودی کی خاطر تواضع و مسکنت اختیار کرے (جامع بیان العلم)

علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لئے وقار و سکون بھی سیکھو اور اپنے استادوں اور شاگردوں سبھی کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تم زبردست اور جابر علماء نہ بنو کیونکہ جہالت کی باتیں تمہارے علم کو رائج نہیں کر سکیں گی (جامع بیان العلم)

جو شخص خالص اللہ کی ذات کے لئے قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہو اس کو چاہیے کہ قرآن پڑھنے والے شاگردوں سے اپنی ضروریات پوری کرانے سے اور خدمت لینے سے اور ان کو اپنے کسی بھی کام کا ذمہ دار بنانے سے اپنے نفس کی حفاظت کرے اگر اس کو کوئی ضرورت پیش آئے تو شاگردوں کی بجائے غیر شاگرد بھائیوں سے اس کو پورا کرنے کی درخواست کرے جو اس کے پاس قرآن نہ پڑھتے ہوں بلکہ افضل صورت یہ ہے کہ جب مدرسِ قرآن کو کوئی حاجت پیش آئے تو بجائے شاگردوں اور لوگوں کے خود ذاتِ حق باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے کہ مولےٰ کریم! میری اس ضرورت کو پورا فرمادے اس کے بعد اگر کوئی بھائی بغیر سوال کے اس ضرورت کے پورا کرنے کی پیشکش کرے اور اس کو انجام دے دے تو سب سے پہلے اللہ کا شکر بجالائے کہ اس نے دنیاداروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بچالیا پھر اس خدمت بجالانے والے بھائی کا شکریہ ادا کرے کیونکہ محسن کا اظہارِ شکر بھی واجب ہے۔

فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں۔ ”حافظ قرآن کی شان نہیں کہ کسی بھی آدمی کے پاس اپنی ضرورت لے کر جائے، خلیفہ ہو یا اور کوئی البتہ یہ لائقِ شان ہے کہ مخلوق کی حاجتیں حافظِ قرآن کے پاس آئیں۔“ (اخلاق صفحہ ۱۷۹)

ربیع بن انسؒ کا قول ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔

تم بھی اسی طرح مفت علم سکھاؤ جس طرح تمہیں مفت علم سکھلایا گیا ہے۔ (اخلاق صفحہ ۱۸۰)

حضرت عیسیٰؑ نے حواریین سے فرمایا ”جن کو تم علم سکھاتے ہو ان سے صرف اتنا یہ معاوضہ طلب کرو جتنا تم نے مجھے دیا ہے (یعنی کچھ بھی نہیں) اور

اے زمین کے نمک! تم لوگ خراب نہ ہو جاؤ کیونکہ ہر چیز جب خراب ہو جاتی ہے تو نمک کے ذریعہ اس کی اصلاح کر لی جاتی ہے لیکن جب خود نمک ہی خراب ہو جائے تو اس کی کوئی اصلاحی صورت نہیں اور جان لو! کہ تم میں دو عادتیں جہالت کی ہیں ایک بغیر تعجب کے خوامخواہ ہنسنا دوسری جاگتے ہوئے صبح کر دینا۔'' (حاشیہ اخلاق صفحہ ۱۸۰)

ابو ہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

وہ علم دین جس کے ذریعہ اللہ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے جس سے ایسا علم دنیوی سازوسامان کے حصول کے لئے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا (ابن ماجہ ابوداؤد واحمد زاذانؒ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے)

جس نے قرآن پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے کھائے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ہڈی ہڈی ہوگا جس پر گوشت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا (فضائل القرآن لابی عبید۔ اخلاق صفحہ ۱۸۲)

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

اگر اہل علم، علم کی حفاظت کریں اور اہل لوگوں ہی کو اس کی تعلیم دی تو اپنے زمانہ کے لوگوں کے سردار بن جائیں ولیکن انہوں نے تو علم کو دنیاداروں پر خرچ کیا ہے تا کہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کر لیں لہٰذا وہ دنیا داروں کی نظر میں بے وقعت ہو گئے ہیں میں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنا فکر ایک ہی فکرِ آخرت بنالیا اس کو اللہ تعالیٰ تمام غمومِ دنیا میں کافی ہو جائیں گے اور جس نے دنیا کے امور میں ہر طرف اپنے فکرِ کو منتشر کر دیا اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ

غموم کی کن وادیوں میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گیا (بلکہ اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں گے) (ابن ماجہ۔ اخلاق صفحہ ۱۸۳)

حسن بصریؒ کا ارشاد ہے: اس قرآن کو تین (۳) طرح کے اشخاص نے پڑھا ہے ایک وہ شخص جس نے قرآن کو پونجی کا ذریعہ بنالیا ہے ایک شہر سے دوسرے شہر تک اس کو لئے پھرتا ہے دوسرا وہ آدمی جس نے قرآن کے الفاظ تو یاد کر لیے ہیں مگر اس کی حدود ضائع کر دی ہیں یوں دعویٰ کرتا ہے کہ میری پورے قرآن میں ایک غلطی بھی نہیں آتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ قبروں کی تعداد زیادہ فرمادیں اور دنیا کے گھروں کو ان سے پاک وصاف فرمادیں واللہ ان لوگوں کا تکبر تو صاحبِ تخت اور صاحبِ منبر سے بھی زیادہ سخت ہے تیسرا وہ قاری جس نے رات کو جاگ کر قرآن پڑھا اور دن کو بھوکا پیاسا رہا اور خواہشاتِ نفس پر پہرہ بٹھا دیا پوری رات اپنے قدموں پر برابر کھڑا رہتا اور محرابوں کو زینت بخشتا رہا۔ ایسے لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ دشمن کو ہمارے سے دفع فرماتے ہیں اور انہی کے طفیل ہم پر بارش برسا کر سیراب فرماتے ہیں۔ اس قسم کے قرأ کبریتِ احمر (سرخ خالص سونے) سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول ہے: مجھے یہ بات پسند ہے کہ مخلوق میرا پورا علم اور میری تمام کتابیں سیکھ لیں اور میری طرف اس علم کا ایک حرف بھی منسوب نہ کیا جائے۔ (تبیان صفحہ ۳۶)

طلباء پر شفقت و ہمدردی کے متعلق ابن عباسؓ کا درج ذیل قول مدرسین کے لئے مشعلِ راہ ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

میرے نزدیک سب سے معزز ومکرم شاگرد وہ ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلاندتا ہوا آئے اور میرے قریب آکر بیٹھ جائے (جبکہ وہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو) اگر میرے بس میں ہو کہ اس کے چہرے پر مکھی بھی نہ بیٹھے تو میں ایسا کرلوں اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ طالب علم پر مکھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی یقیناً مجھے اذیت وکوفت ہوتی ہے۔(تبیان صفحہ ۴۰)

حسین امرد

(۱) نظر۔تمام علماء کا صحیح اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ بغیر داڑھی والے خوبصورت بچے کو بغیر کسی تعلیمی ضرورت وغیرہ کے دیکھنا حرام ہے۔شہوت کے ساتھ ہو خواہ بغیر شہوت کے' فتنہ کا ڈر ہو خواہ نہ ہو۔نظر کرنے والا نیک وصالح ہو خواہ غیر صالح۔امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ بے شمار علماء نے اس کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی ہے اور اس کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ **قل للمؤمنين يغضوا من ابصار هم** (النور) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔علاوہ ازیں (۲) یہ کہ امرد' عورت کے حکم میں ہے بلکہ کئی بچے تو کئی عورتوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بدکاری کے مواقع بہ نسبت عورتوں کے زیادہ مہیا ہوتے ہیں۔نیز عورتوں میں تو حلال ہونے کی ایک صورت نکاح موجود ہے مگر امرد تو کسی حال میں بھی حلال نہیں ہوسکتا لہٰذا مردوں کی طرف نظربازی بطریق اولیٰ حرام ہے۔(بتیان صفحہ ۹۳)

بعض تابعین کا قول ہے۔

مجھے کسی نوجوان عابد کے متعلق کسی چیر پھاڑ دینے والے درندے سے اتنا

خطرہ نہیں جتنا خطرہ کسی بے ریش بچے سے ہے جو اس کے پاس (تخلیہ وغیرہ میں) بیٹھا ہو۔(حاشیہ بتیان صفحہ ۹۴)

منقول ہے کہ سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ حمام میں تھے کہ اتنے میں ایک امرد وہاں آیا تو فرمایا کہ اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو کیونکہ میں ہو ہر عورت کے ساتھ تو صرف ایک شیطان دیکھتا ہوں مگر ہر امرد کے ہمراہ سترہ (۱۷) شیاطین دیکھ رہا ہوں۔(ایضاً)

ابوامامہؓ راوی ہیں کہ ہم قرآن کے ایک استاد کے پاس بیٹھے تھے جو بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے جب ان کے پاس ایک ہی بچہ رہ گیا جو ان کو قرآن سنا رہا تھا تو میں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا اس پر اس استاد نے میرا کپڑا پکڑ کر کہا تھوڑا صبر کرو حتیٰ کہ یہ بچہ بھی فارغ ہو کر چلا جائے (پھر اس کے بعد آپ تشریف لے جانا) اور اس استاد نے بخوف فتنہ اس بچے کے ساتھ تخلیہ کو گوارا نہ کیا۔(باوجود یہ کہ وہ صالح تھے)(حاشیہ بتیان صفحہ ۹۵)

عطاء بن مسلم کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کسی بھی امرد بچے کو اپنے پاس قطعاً نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔(بحوالہ بالا)

حافظہ کیلئے ایک مجرب دعاء

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ بِكِتَابِكَ اَبْصَارَنَا وَاَطْلِقْ بِهٖ
اَلْسِنَتَنَا وَاشْرَحْ بِهٖ صُدُوْرَنَا وَاسْتَعْمِلْ بِهٖ
اَجْسَادَنَا بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَاِنَّهٗ لَاحَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بچوں کے استاد اللہ تعالیٰ کے بال تم سب سے برے شمار ہوتے ہیں جو یتیم پر بہت کم ترس کھاتے ہیں اور مسکین پر خوب سختی دکھاتے ہیں۔ (القرطبی)

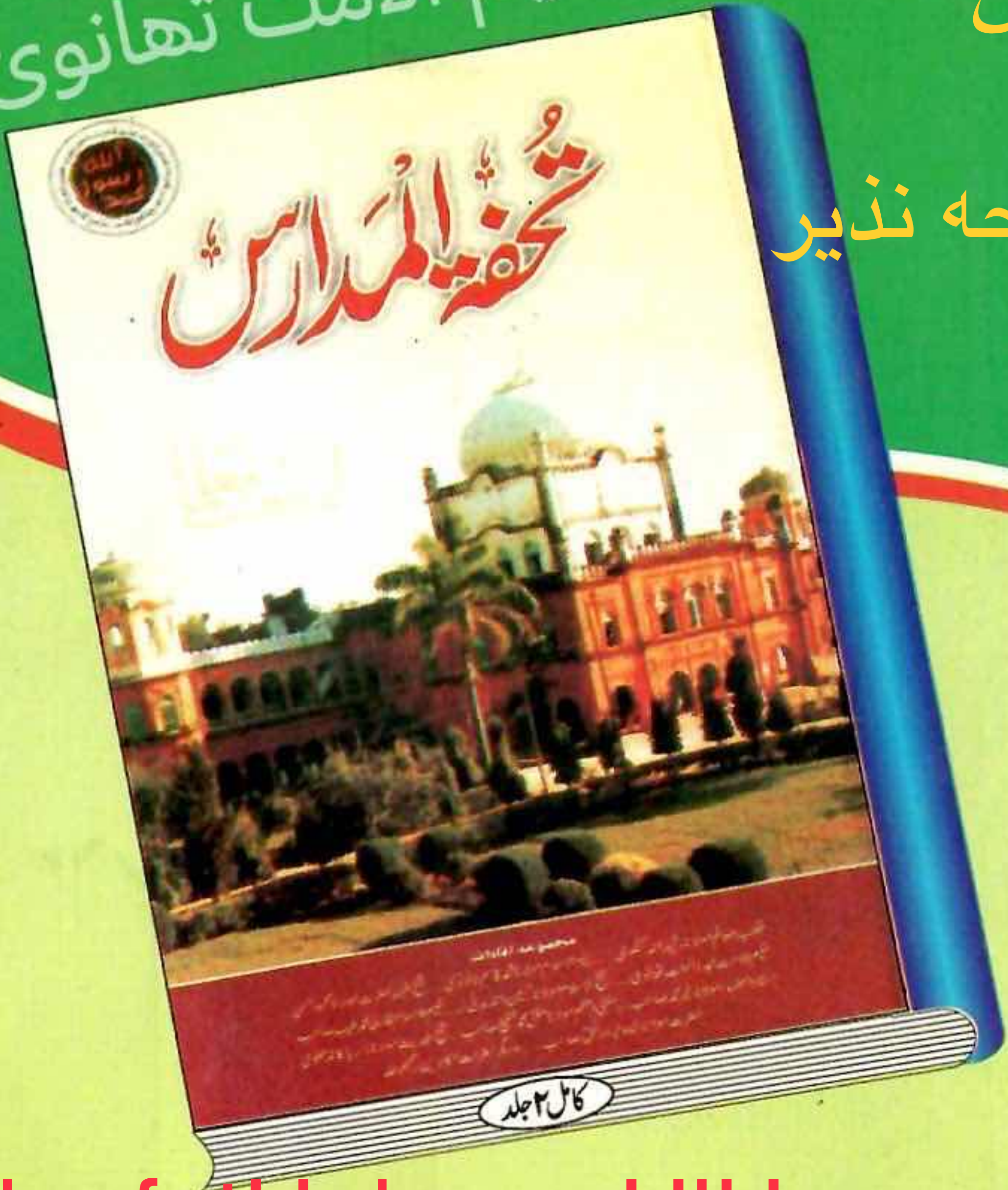
حدیث: پہلوان وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو کر لے۔ (بخاری و مسلم)

حافظ قرآن کا مقام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص قرآن پڑھتا رہتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے تو اُس کا مقام:
خدائی ہدایت پہنچانے والے مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا (بخاری و مسلم)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کون ہیں وہ حضرات؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اہل قرآن ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اُس کے خاص بندے ہیں۔ (احمد و ابن ماجہ)

تنبیہ: حافظ قرآن کیلئے جہاں اس قدر بلند مقام ہے وہاں یہ بھی ہے کہ حفاظ کرام قرآن کریم کے آداب کا بھی اہتمام رکھیں کم از کم یہ کہ قرآن پاک کو بے وضو ہرگز ہرگز ہاتھ نہ لگائیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ



مدیر...... مدرس اور طلباء کیلئے مکمل دستور العمل مع نصائح...... اُمراء سے استغناء اور اُس کی برکات
شعبہ مالیات اور چندہ کے بارے میں اکابر کی احتیاط...... اخلاص وللّٰہیت کے انمول واقعات
جس کا مطالعہ اہل علم...... مدرسین اہل علم اور طلباء کی دینی و دنیاوی کامیابی کی کلید ہے۔

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240